عرفانِ مذہب و مَسلک
سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے
مذہبِ قَوِیم وصراطِ مستقیم کے تابندہ نقوش
مولانا یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی
ناشر
دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

دیکھیے زیرِ نظر کتاب میں ...

ص ۱۲ جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی از ہری بریلوی دامَتْ بَرکاتُھُم ارشاد فرماتے ہیں: ''صلحِ کلّیت کی اصطلاح یہ آج کل کی نہیں ہے۔ بلکہ جب سے ندوہ فارم ہوا، اس کی تشکیل ہوئی اور ندوہ والوں نے یہ نعرہ دیا کہ: ''وہابی، دیوبندی، رافضی اور سُنّی سب سے اتحاد فرض ہے۔ اور سب ایک ہیں عقیدۃً۔'' جب انھوں نے یہ عقیدہ بنایا تو عُلماے اہلِ سُنَّت و جماعت نے ان کا رَد کیا۔ اور سب سے بڑا حصہ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رَضِیَ اللہ تَبَارَکَ و تعالیٰ عَنْہ اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب تاجُ الفحول بدایونی علیہِ الرَّحمۃ کا رہا۔

ص ۱۳ صلحِ کلّیت اور صلحِ کلّی کے بارے میں قارئینِ کرام جو کچھ پڑھ چکے ہیں اُسے ذہن نشین کر کے غور کریں کہ جو شخص کسی صحیحُ العقیدہ سنّی فرد یا تنظیم یا ادارہ کی طرف صلحِ کلّیت کی نسبت کرے، وہ غضبِ الٰہی کو کس طرح دعوت دے رہا ہے؟

ص ۱۴ ایسے ہر اُس شخص سے جو متعین اور نام زد طور پر کسی بھی سُنّی کو صلحِ کلّی کہے یا لکھے اُس سے یہ سوال اور یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ: (۱) جسے آپ نے صلحِ کلّی کہا یا لکھا ہے اُس کی صلحِ کلّیت ثابت کرنے کے لیے ثبوتِ شرعی پیش کیجیے۔ (۲) اگر ثبوتِ شرعی پیش نہیں کر سکتے تو پھر توبہ اور رُجوع کیجیے۔ (۳) بلا ثبوت جس پر اِلزامِ صلحِ کلّیت عائد کیا ہے اُس سے فوراً غیر مشروط معافی مانگیے۔ اگر وہ شخص ایسا کچھ نہیں کرتا تو اس کا مذہب و مسلک، صرف جہالت و حماقت سے نہیں بلکہ ''شرارت'' اور ''نفسانیت'' سے کس قدر آلودہ ہے؟ یہ ہمارے قارئین کو بتانے اور اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ص ۲۸ سوادِ اَعظم اہلِ سُنَّت و جماعت ہندو پاک کی سب سے عظیم دینی و علمی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنی تاسیس سے آج تک ہمیشہ اور ہر دَور میں فکرِ رضا و مسلکِ رضا کو علمی و فکری و فقہی انداز میں پیش کرتے رہنے کی ایسی ممتاز اور لازوال خدمت انجام دی ہے جس سے اہلِ سُنَّت کا سر فخر سے اونچا ہوتا رہا ہے اور آج بھی اس کی نمایاں خدمات ہر جہت سے سوادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے لیے باعثِ اعزاز و افتخار ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرفانِ مذہب ومَسلک

سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت کے

مذہبِ قَوِیم وصراطِ مستقیم کے تابندہ نقوش

مولانا یٰسٓ اختر مصباحی

دارُالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی

09350902937

ناشر

دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکرنگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

فون نمبر : 011-26986872

تفصیلات

نامِ کتاب	:	عِرفانِ مذہب ومَسلک
مؤلّف	:	مولانا یٰس آختر مصباحی
زیرِاہتمام	:	دارُ القلم، ذاکرنگر، دہلی
طبعِ اول	:	۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء
صفحات	:	اَڑتالیس(48)
تعدادِ اِشاعت	:	پانچ ہزار(5,000)
قیمت	:	پندرہ روپے(=/15)

ملنے کا پتہ

دارُ القلم، قادری مسجد روڈ، ذاکرنگر، جامعہ نگر، نئ دہلی ۲۵

فون نمبر : 011-26986872

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عِرفانِ مذہب و مسلک

فیضانِ محبت عام تو ہے، عرفانِ محبت عام نہیں
اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

شعور واِدراک اور عِلم وعرفان، ربِّ کائنات کا وہ عطیہ اور انعامِ گراں قدر ہے جس سے سرفراز ہونے والے انسان یقینا بڑے ہی باتوفیق اور سعید وصالح ہوا کرتے ہیں۔ فضل وعنایتِ خداوندی سے ہی ایسے بامُراد انسانوں کی رہنمائی ودَست گیری ہوا کرتی ہے اور نصیبہ کی اس اَرجمندی سے وہ کونین کی سعادتوں سے ہم کنار ومالا مال ہوجاتے ہیں۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲۱﴾ (سورۃ الحدید۔آیت۲۱)
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اُسے دے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت'' بِفَضْلِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ وبِكَرَمِ حَبِيْبِهِ الْأَعْلىٰ عَلَيْهِ وعَلىٰ آلِهٖ اَفضلُ الصَّلوات واَكرمُ التَّسلِيمات اِس خوش بختی اور اقبال مندی سے بہرہ وَر ہیں کہ وہ اُس منتخب طبقۂ انسانی واَفرادِ اُمّتِ محمدی میں ہیں جو سُنَّت ووراثتِ نبوی کے حامل واَمین ہوکر صراطِ مستقیم پہ گامزن اور رضائے رب ورضائے رسول وآلِ رسول کی نعمتِ لازوال سے شاد کام اور فائز المرام ہیں۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَالشُّكْرُ۔

اکابر واسلاف ومشاہیرِ اسلام وعُلما وصوفیہ ومشائخِ عِظام کے ارشادات وفرمودات ہمارے لیے مَشعلِ راہ ہیں۔ اور یہ وہ نقوشِ ہدایت ہیں جو کتاب وسُنَّت سے مُستفاد ومُستنیر ہیں۔ جن کی پیروی واِتباع ہمارے لیے باعثِ فلاح ونجات ہے۔

کسی تفصیل وتحقیق سے قطعِ نظر چند معروضات نذرِ قارئین ہیں جن پر توجہ دے کر اُن پر عمل کیا جائے تو ہمارے بہت سے مسائل کا حل اور بہت سی مشکلات کا اِزالہ ہونے کے ساتھ ہماری اجتماعی زندگی کی بہت سی کامیابیوں کے راستے ہمارے سامنے کشادہ ہوسکتے ہیں۔

نورُ العارفین حضرت **سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری** مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں وابستگانِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو خصوصی طور پر اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت

وجماعت کو عمومی طور پر نصیحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی نصیحت ووصیت یہ ہے کہ:

ایمان واسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہبِ اہلِ سُنَّت وجماعت پر ثابت قدم رہیں۔اور حنفی مسلک وقادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر وباطن آراستہ رکھیں۔

یعنی بالفاظِ دیگر اپنا ظاہر، شریعتِ غرّا (روشن وتابناک شریعت) کے موافق۔اور باطن، طریقتِ عالیہ کے مطابق بنائیں۔

شریعت میں حضرت **امام اعظم ابوحنیفہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہ کے مقلِّد رہیں۔اور طریقت میں **حضور غوثِ اعظم** سیدنا عبدالقادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہ کے مُتَّبِع وفرماں بردار بنیں۔تمام احکامِ اسلام کی تعمیل وپیروی اپنے اوپر فرض جانیں۔

عُلما وفُقَرا کا ادب ملحوظ رکھیں۔خانقاہ ودرگاہ شریف کی خدمت بجالاتے رہیں۔نمازِ پنج گانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز باجماعت اختیار کریں۔

خصوصاً والدین اور اپنے شیخِ طریقت اور علومِ دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں۔

اپنے شیخِ طریقت کو اپنے زمانہ کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر وبالا جانیں۔اپنے آپ کو تمام مخلوقاتِ الٰہی سے ذلیل وبے قدر سمجھیں۔اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع پسند اور مُنکسرُ المزاج رہیں۔"

(ص ۲۷و۲۸۔سِراجُ الْعَوارِف فِی الوَصایا والمَعارِف. مؤلّفہ نورُ العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی۔اردو ترجمہ (بنام شریعت وطریقت) از مفتی محمد خلیل خاں برکاتی۔حیدرآباد، سندھ۔مطبوعہ۔مکتبہ جامِ نور۔دہلی)

اہلِ سُنَّت وجماعت کو جس مذہب ومسلک کی پیروی وپابندی کی ہدایت وتاکید حضرت نورُ العارفین مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمائی ہے اور جس کا اِلتزام کرنے والوں کو سُنّی اور اہلِ سُنَّت کہا جاتا ہے، وہ ایک مشہور ومعروف حقیقت ہے۔جس کی تعبیر وتشریح مشاہیر عُلما ومشائخِ اہلِ سُنَّت اپنی تحریرات وہدایات کے ذریعہ بار بار کر چکے ہیں۔

"مسلکِ اہلِ سنت"، "مسلکِ صحابہ وتابعین"، "مسلکِ امامِ اعظم"، "مسلکِ اکابر واسلاف" "مسلکِ عُلما ومحدِّثین"، "مسلکِ سلسلۂ ولی اللّٰہی عزیزی"، "مسلکِ عُلماے فرنگی محلی"، "مسلکِ خیرآباد وبدایوں" اور "مسلکِ اعلیٰ حضرت"۔یہ سب ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں۔جن میں

''مسلکِ اہلِ سُنَّت'' ہند و پاک بلکہ عالمِ اسلام کی سب سے قدیم اور رائج اصطلاح ہے۔

صحیح عقائد وافکار اور مَراسم ومعمولاتِ اہلِ سُنَّت کے اظہار اور عوام وخواصِ اہلِ سُنَّت کو عقائد وافکارِ باطلہ وفِرقِ ضالّہ سے محتاط ومحترز اور ممتاز رکھنے کے لیے عُلما ومشائخِ اہلِ سُنَّت نے بیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول میں سنّی اور اہلِ سُنَّت کی تعریف اِس طرح کی ہے۔

صدرُ الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ سُنَّت وجماعت وہ ہیں جو:

رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم کے عقائد پر ہوں۔

حدیث میں ہے: قالُوا: مَنْ هُمْ يارَسولَ الله ؟ قالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي ۔

یا یوں سمجھیے کہ: حضرت امام ابومنصور ماتُرِیدی اور حضرت امام ابوالحسن اشعری نے سُنّیوں کے جو عقائد بیان کیے ہیں، اُن پر عقیدہ رکھے۔

اور اب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔

اور جو اِن چاروں سے باہر ہے، وہ باطل پر ہے۔

علاَّمہ سید طحطاوی، حاشیۂ دُرِّ مختار میں فرماتے ہیں:

وهذه الطَّائِفَةُ النَّاجِيةُ قد اجتمعتِ اليومَ فِي مَذاهب أربعة.

وهُمُ الحنفيون و المالكيون و الشافعيون و الحنبليون. رَحِمَهُمُ الله تعالىٰ.

ومَنْ كانَ خارِجاً عَنْ هذه الأربعةِ فِي هٰذاالزَّمان فَهُوَمِنْ أهلِ البدعةِ والنَّارِ.

شاہ ولی اللہ صاحب (دہلوی) رسالہ '' اَلْاِنْصاف'' میں لکھتے ہیں:

بعدَ المِأَتَين ظهرَالتمذهبُ لِلمجتهدين بِاَعْيَانِهِم. وقَلَّ مَنْ كانَ لايعتمِدُ عَلٰى مذهبِ مُجتهدٍ بعينهٖ.

قاضی ثناء اللہ (مجدِّدی، پانی پتی) صاحب ''تفسیر مظہری'' میں لکھتے ہیں:

أهلُ السُّنَّةِ قد افترقتْ بعدَ القرونِ الثلثةِ أوِالأربعةِ علىٰ أربعة مذاهب. لَمْ يبقَ فِى الفروع سِوى المذاهبِ الأربعة. والله تعالىٰ أعلم.

(ص ۳۳۷۔فتاویٰ امجدیہ۔جلدِ چہارم۔مطبوعہ دائرۃُ المعارف الامجدیہ۔قصبہ گھوسی۔ضلع مئو۔اتر پردیش۔انڈیا۔ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد (قائم شدہ ۱۹۲۵ء) کی تنظیم وتشکیل (زیر قیادت صدرُالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی) کے وقت متحدہ ہندوستان کے مشاہیر عُلما ومشائخ اہلِ سُنَّت وجماعت۔ مثلاً **صدرُالشریعہ مولانا محمد امجد علی** اعظمی رضوی وصدرُالافاضل مولانا **محمد نعیم الدین مرادآبادی** و**مفتیِ اعظمِ ہند مولانا الشاہ مصطفی رضا قادری** نوری بریلوی و**محدِّثِ اعظمِ ہند** مولانا سید محمد محدِّث اشرفی کچھوچھوی ومبلّغِ اسلام **مولانا عبدالعلیم صدیقی** میرٹھی اور **ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد قادری** لاہوری رِضْوَانُ اللهِ عَلَیہِم اَجمَعِین نے مشترکہ ومتفقہ طور سے اہلِ سُنَّت وجماعت اور سنّی کی تعریف اِس طرح کی ہے:

''سُنّی وہ ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی کا مِصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو:

حضرت **شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی** وملک العُلما، سندُ الفضلا، بحرالعلوم **مولانا عبدالعلی فرنگی محلی** لکھنوی وحضرت **مولانا فضلِ حق خیرآبادی** وحضرت **مولانا شاہ فضلِ رسول بدایونی** و **حضرت مفتی ارشاد حسین مجدِّدی** رام پوری اور حضرت **مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی** کے مسلک پر ہوں۔'' (ص۹، الفقیہ، امرتسر، پنجاب، مؤرخہ ۲۱/اگست ۱۹۲۵ء)

راہِ حق پر سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت ہی ہیں اور انھیں کی راہ، صراطِ مستقیم ہے۔

اس سلسلے میں فقیہِ اسلام **امام احمد رضا قادری برکاتی** بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم ہمیشہ، **جمہور سَوادِ اعظم** کے پیرو ہیں۔''

(ص ۵۹۰۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور)

اور اہلِ سُنَّت وجماعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''جو سَوادِ اعظمِ مسلمین کے پیرو ہیں۔ جن کے اِتباع کا متواتر حدیثوں میں حکم ہے۔ اور حدیث نے مذہبِ حق کی پہچان یہی بتائی ہے:

اِتَّبِعُو السَّوَادَ الْأَعْظَمَ ، فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار ۔

مسلمانوں کے سَوادِ اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرو۔ کہ جو اس سے جُدا ہوا، وہ جہنم میں گیا۔''

ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ، مقلّدین ہیں۔ غیر مقلّدین بہت قلیل ہیں۔'' الخ

(۵۹۶۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور۔)

بقدرِ ضرورت، تحصیلِ علمِ دین کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت نورُالعارفین مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ

ارشادفرماتے ہیں:

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ: بقدرِضرورت ، کتاب وسُنّت سے علمِ دین کی تحصیل میں پوری پوری جدوجہد کریں اوراس فریضہ کودوسرے تمام اُمور پر مقدّم رکھیں۔

اس سے فراغت پاکر پھر طریقۂ باطنی (سلوک وتصوف) میں قدم رکھیں۔اس لیے کہ جاہل صوفی اورناواقف عبادت گزار،شیطان کامسخرہ ہے۔اورمحض ناکارہ اورناقابلِ قبول۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۳۰۔سِراجُ العَوارِف ۔مطبوعہ دہلی)

دینی تصلُّب واِستقامت کی تاکیدکرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ: اپنے دین وعقائد پرایسے سخت اورمضبوط رہیں کہ دوسرے متعصّب سمجھیں۔اس لیے کہ دینِ حق اورعقائدِ حقّہ میں تصلُّب،مقبولیت کی علامت ہے اورمحمودوپسندیدہ۔

اوردینِ باطل میں غُلو (غالی ہونا،اَڑجانا) بدبختی کی نشانی ہے اورمذموم وناپسندیدہ۔

فُقَراومَساکین اورغُرَباسے اُنس ومحبت اختیارکریں۔دنیادار اُمَرا وَ اَہلِ دولت سے دور بھاگیں اوران سے پرہیزکریں۔فاسقوں فاجروں اوربے باک کافروں مُشرکوں سے خودکودوررکھیں۔نیز غیرمُسلموں اورشرک پسندوں سے دوربھاگیں۔

اس لیے کہ بُری صحبت مقناطیس اورلوہے کی مانندہے۔یعنی بُری صحبت، بدسیرتوں کواس طرح کھینچتی ہے جیسے مقناطیس لوہےکوکھینچتاہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص۳۳۔۳۴۔ سِراجُ العَوارِف۔ مطبوعہ دہلی)

لَمعۂ ثانیہ جس میں عقائدِ اہلِ سُنّت وجماعت کااِجمالی بیان ہے،اس کے نور (۱۵) میں آپ ارشادفرماتے ہیں:

ہمارے اس دَورمیں ۱۲۳۹ھ کے آغاز سے ایک گمراہ ترین فرقہ۔جس کا آغاز بدعت اوربینَ المسلمین رَخنہ ڈالنااورانجامِ کارالحادوزندقہ ہے۔ہندوستان میں نمودپاچکاہے۔

اس فرقہ کواہلِ عرب (بلکہ تمام عجمی بھی) وہابی کہتے ہیں۔یہ فرقہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے جوعرب شریف (خطۂ نجد) میں پیداہوا۔

اس گمراہ فرقے سے ہرگز ہرگز خلط ملط کورَوانہ رکھیں۔اس ننگ وعارطائفۂ نابکارکی شناخت کے لیے یہی ایک بات جومَیں کہتاہوں،کافی ہے کہ:

یہ فرقہ رافضیوں کابھی بڑاباپ ہے۔رافضی اگرصحابۂ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں تویہ

فرقہ خود جناب رسولِ مقبول صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم کی جنابِ پاک بلکہ بارگاہِ الٰہی میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتا ہے۔ اسی لیے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک کی طرف اِمکانِ کذب کی نسبت کرتے ہیں۔'' إلیٰ آخِرہٖ۔

(ص ۶۲۔ سِراجُ العَوارِف فِي الوَصایا والمعارِف۔ مؤلّفہ نورُ العارفین سیدشاہ ابوالحسین نوری مارہروی۔ اردو ترجمہ (بنام شریعت وطریقت) از مفتی خلیل احمد خاں برکاتی، حیدرآباد، سندھ۔ مطبوعہ۔ مکتبہ جام نور۔ دہلی)

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت، متحدہ ہندوستان کے تسلسل وتوارث کو بیان کرتے ہوئے تقریباً ہزار سال قبل تک کے اکابر صوفیہ ومشائخ کے اَسمائے گرامی درج کرتے ہوئے شیر بیشۂ اہلِ سُنَّت حضرت **مولانا حشمت علی لکھنوی** ثمَّ پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں:

'' .... زمانۂ موجودہ سے پیش تر جو ہمارے اگلے پُرکھے باپ دادا سُنّی مسلمان تھے، اُن کا دین ومذہب وہی تھا جو حضور **سیدنا غوثِ اعظم** وحضور **خواجہ غریب نواز** وحضرت **شیخ شہاب الدین سہروردی** وحضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند وحضرت **خواجہ قطب الدین بختیار کاکی** و حضرت **بابا فریدالدین گنج شکر** وحضرت شیخ المشائخ سلطانُ الاولیا **نظام الدین محبوبِ الٰہی** وحضرت **داتا گنج بخش لاہوری** وحضرت **شیخ احمد عبدالحق ردولوی** وحضرت **قطبِ عالم پنڈوی** وحضرت **مخدوم جہاں گیر اشرف سمنانی** کچھوچھوی وحضرت **مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری** وحضرت **شاہ محمد غوث گوالیاری** وحضرت **شاہ وجیہ الدین علوِی گجراتی** وحضرت **شاہِ عالم احمد آبادی** وحضرت **شاہ پیر محمد سَلَونی** وحضرت **مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری** وحضرت **نصیر الدین محمود چراغ دہلوی** وحضرت **مخدوم بندہ نواز گیسو دراز** وحضرت **میراں سید علی داتا** وحضرت **سالار مسعود غازی** وحضرت **بدیع الدین شاہ مدار** وحضرت **مخدوم علی فقیہ مہائمی** وحضرت **سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی** وحضرت **سید شاہ اچھے میاں مارہروی** ودیگر اولیاے کرام رَضِیَ اللہ تَعالیٰ عنھُم کا تھا۔'' إلیٰ آخِرہٖ۔

(ص ۴۹۴۔ رَدِّ صُلحِ کلّیت (مختصر مجموعۂ فتاویٰ) از حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی پیلی بھیتی۔ مطبوعہ رضاے خواجہ پبلی کیشنز۔ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

بے دینی و بدمذہبی کے رَدّ وطَرْد کے طریقۂ اکابر واسلافِ اہلِ سُنَّت کے بارے میں شیر بیشۂ اہل سنت حضرت **مولانا حشمت علی لکھنوی** ثمَّ پیلی بھیتی عَلَیہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان تحریر فرماتے ہیں:

سَلفاً خَلفاً ہر قرن وطبقہ میں صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمۂ دین رِضْوانُ اللہ عَلَیہِم اَجمَعِین سے لے کر حضرت مولانا **بحر العلوم ملکُ العُلما عبد العلی لکھنوی و شاہ عبد العزیز** صاحب دہلوی اور ان کے بعد **مولانا رشید الدین خاں** صاحب دہلوی، **مولانا احمد سعید** صاحب نقشبندی مجدِّدی دہلوی، **مولانا فضلِ رسول** صاحب بدایونی، مولانا **مولوی فضلِ حق** صاحب خیرآبادی، غرض ۱۳۱۱ھ تک کے عُلما کا یہی دأب (طریقہ) رہا۔ ہمیشہ عُلماے اہلِ سُنَّت نے بدمذہبی و بدمذہباں کے رَدو تفضیح کو اہم مقصد سمجھا۔' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۵۵۴۔ رَدِّ صُلحِ کلّیت۔ (مختصر مجموعۂ فتاویٰ) از حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی پیلی بھیتی۔ مطبوعہ رضاے خواجہ پبلی کیشنز۔ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

اس سے پہلے آپ، حضرت **مجدّد الف ثانی** شیخ احمد سرہندی اور حضرت **شاہ عبد العزیز** محدِّث دہلوی کے یہ ارشادات نقل فرما چکے ہیں:

اور دین حق و مذہبِ حق کی حمایتِ حقّہ کا بقدرِ قدرت وبشرطِ اِستطاعت فرضِ اہم ہونا تو ضرورتِ دینیہ سے روشن اور قرآن وحدیث میں مُبرہَن ہے۔

حضرت **مجدّدِ الف ثانی** رَحمۃُ اللہ عَلیہ کا ارشاد ہے:

تولّا بے تبرّا نیست ممکن

یعنی جب تک خدا اور سول جَلَّ جَلالُہٗ وَصَلَّی اللہ تَعالیٰ عَلَیہِ وعَلیٰ آلِہٖ وسَلّم کے دُشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اُس وقت تک خدا اور سول جَلَّ جَلالُہٗ وَصَلَّی اللہ تَعالیٰ عَلَیہِ وعَلیٰ آلِہٖ وسَلّم کی محبت حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔

حضرت **شاہ عبد العزیز** صاحب محدِّث دہلوی رَحمۃُ اللہ تعالیٰ عَلیہِ کا فرمان ہے کہ:

دینی معاملے میں چشم پوشی کرنا اور جو باتیں شرعاً ناجائز وناپسندیدہ ہیں اُن کو دیکھتے سنتے ہوئے بھی تعصُّب نہ کرنا اور اپنے دین کے معاملے کو اہمیت نہ دینا اور دین وشریعت کا جو حق واجب ہے اس سے درگذر کرنا، یہی مُداہنَت ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۵۱۸۔ رَدِّ صُلحِ کلّیت۔ مطبوعہ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

تعصُّبِ محمود اور تصلُّبِ دینی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

.... بلکہ جس تعصُّب کو حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیہِ وعَلیٰ آلِہٖ وَسَلَّم نے

مذموم اور بُرا فرمایا ہے اُس کے معنی صرف یہی ہیں کہ:

باطل وکذب وجَور وظلم کی حمایت کی جائے۔

لیکن دین حق کی نصرت واِعانت ، مذہبِ حق کی حفاظت ، اَمرِ حق کی طرف داری واِشاعت ، اسی طرح دینِ باطل کی اِماتت ، مذہبِ باطل کی نکایت ، اہلِ باطل کی اِہانت ، اَمرِ باطل کی مخالفت ، ہرگز تعصُّبِ مذموم نہیں۔

بلکہ یہی وہ تعصُّبِ محمود ہے جس کو عُلماے اہلِ سُنَّت کی اصطلاح میں ''تصلُّب'' کہتے ہیں۔''

(ص ۵۲۴۔ رَدِّ صلحِ کلّیت ۔ مطبوعہ اجمیر شریف ۔ ۲۰۱۲ء)

گمراہی کے شکار اَفراد کے لیے اِفہام وتفہیم اور اصلاحی کوشش کے تعلق سے عامَّۂ عُلماے اہلِ سُنَّت کے لیے حکمِ شرعی تحریر کرتے ہیں۔

.... **جن کو دیکھیں کہ شبہات میں معاذ اللہ مبتلا ہیں اُن کے شبہات ، رِفق ونرمی کے ساتھ زائل کرنے کی سَعی کریں۔**

جن لوگوں کو غلط فہمی یا نافہمی یا ناواقفی کے سبب مذہبِ اہلِ سُنَّت سے بھٹکتا ہوا دیکھیں ، اُن کو مہربانی وآشتی کے ساتھ سمجھائیں۔ ان کی غلط فہمی ، نافہمی وناواقفی دور کرنے کی کوشش کریں۔

اور جن بدمذہبوں ، بے دینوں کو مُعانِد وہَٹ دَھرم پائیں اُن کے کفر وضلال پر حسبِ وسعت وبقدرِ ضرورت پوری طرح شِدَّت وغلظت کے ساتھ رَدّ وطَرد فرمائیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۴۲۔ رَدِّ صلحِ کلّیت ۔ مطبوعہ اجمیر شریف ۔ ۲۰۱۲ء)

صلحِ کلّیت اور صلحِ کلّی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

صلحِ کلّی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو:

بدمذہبوں ، بے دینوں پر رَدّ وطَرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اور کہے کہ:

ہم اپنی قبر میں جائیں گے وہ اپنی قبر میں جائے گا۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ بدمذہبوں ، بے دینوں کا رَد کرکے دنیا میں بُرے بنیں؟

اور کہے کہ:

جتنی دیر ہم اُن کا رَد کریں گے ، ان کو بُرا بھلا کہتے رہیں گے ، ان کو گالیاں دیتے رہیں گے ، اُتنی دیر ہم درود شریف پڑھیں تو ثواب بھی ملے گا اور کوئی ہمیں بُری نظر سے نہیں دیکھے گا۔

یہ خیالات، شدید بدمذہبی بلکہ اِلحادو اِرتداد کی جڑ ہیں۔

اگراسی کانام اسلام یا خُلقِ عظیم تھاتواللہ تعالیٰ نے کافروں ،مُرتدوں اورمُنافقوں پرشِدّت وغِلظت کی تعلیم قرآنِ عظیم میں کیوں دی؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۴۹۱۔رَدِّ صلحِ کلّیت (مختصر مجموعۂ فتاویٰ) ازحضرت مولانا حشمت علی لکھنوی پیلی بھیتی۔مطبوعہ رضاے خواجہ پبلی کیشنز۔اجمیر شریف۔۲۰۱۲ء)

رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا مطلب ہے: اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطل۔

اپنے موقف ونظریہ اورفکروخیال کے اِثبات کے بہت سے طُرُق واَسالیب ہوا کرتے ہیں۔جنھیں مسئلہ کی نوعیت،موقع ومحل کی مناسبت، سامع ومخاطب کے مزاج ومعیارکومدِّ نظر رکھ کراپنا موقف ومسلک واضح وثابت کیا جاتا ہےاور غلط موقف ومسلک کومضبوط دلائل کے ساتھ غلط اور باطل ٹھہرایا جاتا ہے۔

آج کل کے جولوگ قِلّتِ عِلم ومطالعہ اورناقص تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک اپنے بیان وخطاب کے ذریعہ کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کوبار بار خبیث مردود، کافرومُرتد نہ کہاجائے ،اُس وقت تک رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق اداہوہی نہیں سکتا ہے۔ایسے حضرات کو اپنی غلط فہمی دورکرکے رَدِّ فِرَقِ باطلہ کاوہ صحیح اورمفید ومناسب طرز وطریقہ اختیار کرنا چاہیےجس سے اہلِ سُنَّت کے مسلک وموقف کی صداقت وحقانیت واضح وثابت ہوسکے اوراہلِ باطل کے مسلک ونظریہ کا بُطلان اَظہرمن الشّمس ہوجائے۔

اسی طرح وعظ وبیان کا مطلب ہے :مسلمانوں کواُن کے عقائد وعبادات ومعاملات اوراحکامِ صحیحہ سے واقف کرکےان کے مطابق زندگی گذارنے کی ہدایت دینا۔

اب یہ وعظ وبیان سننے والے مسلمان جس مزاج ومعیار کے ہوں اورجن مسائل میں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہواُس کے مطابق وموافق وعظ وبیان ہونا چاہیے۔

اس کے برعکس ان ساری چیزوں کونظرانداز کرتے ہوئے اگرکوئی خطیب وواعظ اپنے وعظ وخطاب کامظاہرہ کرتا ہے۔تواسے وعظ وبیان نہیں بلکہ ’’پیشہ وَرانہ وتاجرانہ خطابت‘‘ کہاجائے گا جس کا مقصد،محض طلبِ شہرت اورجَلبِ منفعت ہے۔

یہ طریقہ نہایت افسوسناک اور باعثِ شرم ہے کہ حاضرین وسامعین کی صحیح دینی رہنمائی اورجن مقامی مسائل کے پیشِ نظرانھیں ضروری ہدایت دَرکار ہےاُن سے بے اِعتنائی کرتے ہوئے کوئی شخص

اپنی رَٹی رَٹائی تقریریں ہندوستان کے ہر صوبے وشہر و ضلع میں سُناتا پھرے۔

یہ پیشہ ورانہ وتاجرانہ طریقہ جس نے بھی اپنا رکھا ہوا ُسے جلد از جلد اپنی اصلاح کر لینی چاہیے، تاکہ مِلّت و جماعت اس پیشہ ورانہ خطابت اور تاجرانہ ذہنیت سے جلد از جلد نجات پا سکے۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ کانفرنس بمبئی و لکھنؤ میں غیر پیشہ ور واعظین و مقررین کے اپنے موضوع پر سنجیدہ و مستند اور باوقار بیان و خطاب کو ہزاروں سامعین نے بے حد پسند کیا اور اس کی خواہش ظاہر کی بلکہ مطالبہ کیا کہ آئندہ بھی اسی طرح کے پروگرام ہوتے رہنے چاہئیں۔اس کا واضح وصریح مطلب یہ ہے کہ عوام کی بڑی تعداد میں اب شعور بیدار ہوتا جا رہا ہے اور مسلم معاشرے میں تعلیم جیسے جیسے بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اس خواہش و مطالبہ میں تیزی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

صلحِ کلّیت کیا ہے؟اور جو صلحِ کلّی ہے وہ اہلِ سُنَّت و جماعت میں سے ہے یا نہیں؟

اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند حضرت مولانا **مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری** بریلوی دامَتْ بَرکاتُھم ارشاد فرماتے ہیں:

’’صلحِ کلّیت کی اصطلاح یہ آج کل کی نہیں ہے۔بلکہ جب سے ندوہ فارم ہوا، اس کی تشکیل ہوئی اور ندوہ والوں نے یہ نعرہ دیا کہ:

’’وہابی، دیوبندی، رافضی اور سُنّی سب سے اتحاد فرض ہے۔اور سب ایک ہیں عقیدۃً۔‘‘

جب انھوں نے یہ عقیدہ بنایا تو عُلماے اہلِ سُنَّت و جماعت نے ان کا رَد کیا۔اور سب سے بڑا حصہ اس سلسلے میں **اعلیٰ حضرت عظیم البرکت** رَضِیَ اللہ تَبَارَکَ وتعالیٰ عَنْہ اور حضرت مولانا **شاہ عبدالقادر صاحب تاجُ الفحول بدایونی** علیہِ الرَّحمۃ کا رَہا۔ان حضرات نے تقریراً اور تحریراً ندوہ کا بھرپور رَد کیا۔

اور اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللہ تَبَارَکَ وتعالیٰ عَنْہ کی اس سلسلے میں ایک دو نہیں مستقل تصانیف ہیں۔اور فتاویٰ رضویہ میں مستقل متعدد فتاویٰ رَدِّ ندوہ میں موجود ہیں۔ندوہ کا رَد تو شدّ و مد سے ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جزاے خیر دے امام اہلِ سُنَّت اور ان کے حاشیہ نشیں اور ان کے شاگرد اور ان کے خُلفا کو، اور دیگر عُلماے اہلِ سُنَّت و جماعت کو، کہ انھوں نے ہر بد مذہبی کا رَد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ رَدِّ ندوہ بھی کیا۔

اب یہ قُربِ قیامت ہے کہ اہلِ سُنَّت و جماعت محدود ہوتے جا رہے ہیں اور ایسی سوچ والے کہ

جن کی سوچ یہ ہے جیسے طاہر القادری اور ان کے مثل بہت سے یہ سوچ رکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی، دیوبندیت، بریلویت، وہابیت اور شیعیت، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور تعبیری اختلاف ہے۔تشریحی اِختلاف ہے۔اور سب کو ایک کرنا چاہتے ہیں۔''

اور اس قسم کے لوگ اب بہت زیادہ پھیل رہے ہیں۔تو جو یہ عقیدہ رکھے کہ:

''وہابی بھی صحیح ہے۔دیوبندی بھی صحیح ہے۔رافضی بھی صحیح ہے اور سُنّی بھی صحیح ہے۔تو وہ سُنّی نہیں ہے(۱) باقی وہ سب کچھ ہے۔''

(ص ۹۷و۹۸۔طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ مؤلّفہ مولانا ولی محمد رضوی۔ناشر:۔سُنّی تبلیغی جماعت، قصبہ باسنی۔ضلع ناگور۔صوبہ راجستھان۔۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء)

صلحِ کلّیت کے نشانات اور نمونے ہمارے قارئین کو مندرجہ ذیل تحریروں میں مل سکتے ہیں جو پروفیسر طاہر القادری کی طرف منسوب ہیں:

''میں شیعہ اور وہابی عُلما کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب بھی موقع ملے، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں۔'' (رسالہ دید شنید۔لاہور۔اپریل ۱۹۸۶ء)

''جو جماعت بنا رہا ہوں وہ محض اہلِ سُنّت کی جماعت نہیں ہوگی۔ بلکہ شیعہ سُنّی سبھی شامل ہوں گے۔ہمارے نزدیک شیعہ سُنّی میں کوئی امتیاز نہیں۔'' (ہفت روزہ چٹان۔۲۵رمئی ۱۹۸۹ء)

''امام خمینی، تاریخِ اسلام کے شجاع اور جَرّی مَردانِ حق میں سے ہیں۔ان کا جینا علی کا اور مَرنا حُسین کی طرح ہے۔خمینی کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر بچہ خمینی بن جائے۔'' (روزنامہ نوائے وقت، لاہور۔جون ۱۹۸۹ء)

سُنّی، شیعہ، وہابی وغیرہ کے درمیان بنیادی نہیں فروعی اختلافات ہیں۔جن کی نوعیت تعبیری وتشریحی اختلاف کی ہے۔'' مفہوم۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن؟ از پروفیسر طاہر القادری)

گذشتہ سطور میں صلحِ کلّیت اور صلحِ کلّی کے بارے میں قارئینِ کرام جو کچھ پڑھ چکے ہیں اُسے ذہن نشین کر کے غور کریں کہ جو شخص کسی صحیح العقیدہ سنّی فرد یا تنظیم یا ادارہ کی طرف صلحِ کلّیت کی نسبت کرے، وہ غضبِ الٰہی کو کس طرح دعوت دے رہا ہے؟

اگر کوئی شخص بے محابا یہ کہتا یا لکھتا ہے کہ:

(۱) خبر کے مطابق ۲۵رفروری ۲۰۱۲ءکو کچھی میمن جماعت خانہ (ممبئی) کے ایک اجلاس میں طاہر القادری کو کافر بھی کہا گیا اور ظاہر ہے کہ جس کے اعتقاد میں وہابی، رافضی، دیوبندی سب صحیح ہوں اُس کا انجام اِس کے سِوا کیا ہوگا؟

’’یہی حال لگ بھگ ’’دعوتِ اسلامی‘‘ کا بھی ہے کہ:
یہ صلحِ کلّی تحریک جس کی باگ ڈور مولوی الیاس صاحب کے ہاتھ میں ہے۔‘‘

ایسے ہر اُس شخص سے جو متعین اور نامزد طور پر کسی بھی سُنّی کو صلحِ کلّی کہے یا لکھے اُس سے یہ **سوال اور یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے** کہ:

(۱) جسے آپ نے صلحِ کلّی کہا یا لکھا ہے اُس کی صلحِ کلّیت ثابت کرنے کے لیے ثبوتِ شرعی پیش کیجیے۔

(۲) اگر ثبوتِ شرعی پیش نہیں کر سکتے تو پھر توبہ اور رُجوع کیجیے۔

(۳) بلاثبوت جس پر الزامِ صلحِ کلّیت عائد کیا ہے اُس سے فوراً غیر مشروط معافی مانگیے۔

اگر وہ شخص ایسا کچھ نہیں کرتا تو اس کا مذہب ومسلک ،صرف جہالت وحماقت سے نہیں بلکہ ’’شرارت‘‘ اور ’’نفسانیت‘‘ سے کس قدر آلودہ ہے؟ یہ ہمارے قارئین کو بتانے اور اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کسی سُنّی کو صلحِ کلّی کہنے کا مطلب ہے، اسے بدمذہب قرار دینا۔ایسی صورت میں اُس سنّی کا تو کچھ نہیں بگڑتا مگر اِس قائل کے علم وعقل ہی نہیں بلکہ اس کے مذہب ومسلک کی بھی خیر نہیں۔

یہ قائل خود گناہِ کبیرہ کا شکار اور حقُ العبد میں گرفتار ہوا۔جس پر فرض ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں توبہ ورجوع کرے۔اور جس کے خلاف بلاتحقیق وثبوت اِلزامِ صلحِ کلّیت عائد کیا ہے اُس سے بلاتاخیر معافی مانگ کر اپنے آپ کو عذابِ جہنم سے بچائے۔

بعض حضرات کسی صحیحُ العقیدہ سُنّی مسلمان پر اِلزامِ وہابیت عائد کرنے میں بڑے بے باک ہوتے ہیں اور وہ اس کا ذرا بھی اِحساس اور لحاظ نہیں کرتے کہ یہ سنگین الزام کتنے خطرناک نتائج کا حامل ہے؟ اس اِلزام کا بھی وہی حکم ہے جو صلحِ کُلّیت سے متعلق گذشتہ سطور میں مذکور ہے۔

اسی طرح کا **ایک استفتا اور اس کا صحیح شرعی جواب** ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ایک شخص ،سنّی ہے۔اس کے یہاں بارات کا کھانا ہے۔اس کے یہاں وہابی بھی کھانا کھانے آئیں گے۔لیکن اس شخص کے تایا وہابی ہیں۔تایا کو وہ شخص بُرا کہتا ہے۔

اور جو شخص سُنّی کھانا کھانے آئیں گے تو اُن سُنّی شخصوں کو چند لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی وہابی ہو گئے۔
جو شخص، سُنّی لوگوں کو وہابی کہتے ہیں وہ شخص خود تو وہابیوں سے ملتے ہیں اور سُنّی لوگوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب: وہابیوں سے میل، ان کی طرف اَدنیٰ مَیل سے آدمی مستحقِ نار ہوتا ہے۔ جو وہابیوں سے ملتے ہیں، گنہگار ہیں۔ توبہ کریں۔

محض اتنی بات سے کہ وہابی سے ملے، وہابی نہیں ہوجاتا جب تک ان کی بدصحبت کا یہ نتیجہ بد نہ ہو کہ ان کے کسی عقیدہ میں اُن کا ہم نوا ہو۔

ہاں! میل جول سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر بدمذہب سے میل جول، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس کے ساتھ کھانا پینا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(ص ۱۶۲۔ وعکسِ فتویٰ بر ص ۱۶۸۔ بقلم حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ مفتیِ اعظم نمبر۔ سہ ماہی ''دامنِ مصطفیٰ'' نوری مسجد، بریلی ریلوے اسٹیشن۔ بریلی شریف۔ شمارہ مئی ۱۹۹۰ء تا اکتوبر ۱۹۹۰ء۔ مدیرِ اعلیٰ، حضرت مفتی محمد اعظم شیخ الحدیث دارُ العلوم مظہر اسلام۔ مسجد بی بی جی۔ بریلی شریف۔ اتر پردیش۔ انڈیا)

جو لوگ اس کا کوئی لحاظ واعتبار نہیں کرتے کہ کسی صحیح العقیدہ سنّی عالم وعامی نے کس نیت اور کس ضرورت یا حاجت یا مصلحت کے تحت کسی بدمذہب سے کوئی ملاقات وگفتگو کی، ایسے حضرات کی اِصلاح کے لیے ذیل میں چند فتاویٰ درج کیے جارہے ہیں:

مسئلہ: ضلع بھاگل پور۔ ڈاک خانہ سبور۔ موضع ابراہیم پور۔

مسئولہ:۔ محمد شریف عالم۔ ۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس سلسلے میں:

زید، عَمرو، بکر۔ تین اشخاص ہیں جن کی تعریف ذیل میں درج ہے:

(۱) **زید** ایک وہابی کافر مُرتد شخص ہے۔

(۲) **عَمرو** ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے۔ لیکن زید مذکور کے مکان پر آتا جاتا ہے اور اس سے ہم کلام ہوتا اور اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے۔

لیکن زید مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے۔ بلکہ اس سے عقیدۃً نفرت رکھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا۔

ایسی صورت میں کیا عَمرو بھی مثل زید کے عندَ الشَّرع وہابی کافر مُرتد ہوجائے گا یا صرف فاسق گنہگار ہوگا یا کچھ بھی نہیں؟

(۳) **بکر** ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے اور زید مذکور کے مکان پر نہ آتا جاتا ہے نہ اس سے گفتگو کرتا ہے نہ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے نہ زید مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے نہ مناکحت کرتا ہے۔ بلکہ اس کو کافر ومُرتد سمجھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا ہے۔ اس سے نفرت، دینی و دُنیوی ہر دو پہلو سے رکھتا ہے۔

ہاں! عَمرو مذکور سے جو پکا سنّی صحیح العقیدہ ہے، رسم وراہ رکھتا ہے۔ اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے۔ اس کے گھر پر آتا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں کیا بکر مذکور مثل زید کے عندَ الشَّرع کافر مُرتد ہوجائے گا یا صرف فاسق گنہگار رہوگا یا نہ وہابی نہ فاسق ہوگا بلکہ مسلمان صحیحُ العقیدہ رہے گا؟

صورتِ مذکورہ ۲ و ۳ کا جواب بِالتفصیل اِرقام فرمائیں۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں عَمرو بکر دونوں سُنّی مسلمان ہیں۔ ان میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں۔ مگر عَمرو فاسق گنہگار ہے کہ مُرتد سے میل جول رکھتا ہے۔

وَقال الله تَعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

وقَالَ صَلی الله عَلَيهِ وَسَلَّم: اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُم۔

اور بکر کا عَمرو سے ملنا اگر بر بنائے مصلحتِ شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا جلنا چھوڑ دے تو حَرج نہیں۔ ورنہ نامناسب ہے۔

خصوصاً ایسی حالت میں کہ بکر کوئی اِعزاز علمی و دینی رکھتا ہو کہ ایسے فاسق سے بے ضرورت اِختلاط مکروہ ہے۔ عالم گیری میں ہے:

یکرہ لِلمشہور المقتدیٰ الاختِلاط اِلیٰ رجلٍ مِنْ أھلِ الباطلِ والشَّرِّ اِلَّا بقدرِ الضرورۃ. لِاَنَّہٗ یعظم امرُہٗ بینَ الناس.

ولَوکانَ رجُلاً لایُعرفُ یدارِ یہِ لِیَدفعَ الظُّلمَ عنْ نفسِہٖ مِنْ غیرِاِثمٍ فلابأسَ بِہٖ. کذا فی الملتقط. واللہ تعالیٰ اعلم.

(ص ۲۸۷ و ۲۸۸ ـ **فتاویٰ رضویہ ـ جلدِ نہم نصفِ آخر** ـ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ـ ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء)

مسئلہ : از موضع سرنیا ضلع بریلی۔ مُرسلہ:۔ شیخ امیر علی رضوی۔ ۲۹ / ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ۔

ایک پیٹرول آب پاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیہ، خط تقسیم کرنے والا، شیعہ ہے۔

ان شخصوں سے بات کرنی پڑتی ہے۔ کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے۔ اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے۔ میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، بچتے ہیں۔ اور کام کے وقت بات کرنا بھی ضروری ہوتی ہے۔

الجواب: اگر یہ اَمر واقعی ہے کہ قلب میں ان سے نفرت وعداوتِ واقعی ہے اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا۔ نہر یا خط کے متعلق کوئی بات کبھی کرلی جاتی ہے۔ یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے جس سے مصلحتِ صحیح خیال کی گئی ہو تو حَرَج نہیں۔ اور اللہ دِلوں کا نور جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۱۷۶۔ فتاویٰ رضویہ۔ **جلدِ نہم نصفِ آخر**۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء)

مسئلہ: از پادرا۔ گجرات۔ مُرسلہ:۔ جمال بھائی، قاسم بھائی۔

ریاستِ بَڑودہ کے اندر ''مسلمانانِ بَڑودہ راج کانفرنس'' نامی ایک انجمن، واسطے حقوق طلبی وتحفظِ اسلام قائم ہوئی ہے۔

یہ انجمن، پیچ کوئی مذہبی اُمور کے دخل کے واسطے نہیں ہے۔ صرف یہاں کے ہنود راجہ وہنود رعایا کے سامنے، مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے۔ اس لیے اس میں بلا قید ہر فرقہ کے کلمہ گو شامل ہو سکتے ہیں۔

کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

الجواب: اس کانفرنس میں شرکت، برائے تحفظِ حقوقِ اہلِ سُنّت بمقابلۂ فِرَقِ باطلہ وتحفظِ حقوقِ اسلام بمقابلۂ اَعْدائے اسلام، ضروری ہے۔

فِرَقِ باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز وحرام ہے جو بر بنائے محبت وموالات ہو۔

نیز وہ جو بے ضرورت وحاجت ومصلحتِ شرعیہ ہو۔

نہ وہ جو برائے تبلیغ ورَدّ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۴۵۷ و ۴۵۸۔ فتاویٰ مصطفویہ۔ از حضور مفتیِ اعظمِ ہند مولانا الشاہ مصطفی رضا قادری برکاتی بریلوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء)

’’تحفظِ حقوقِ اسلام بمقابلۂ اَعْد ائے اسلام‘‘ کی بات شاید اس تاریخی واقعہ کے ذریعہ سمجھی جا سکتی ہے جب علاقۂ آگرہ ومتھرا وغیرہ میں ۱۹۲۳ء کی تحریکِ شُدِّھی نے اسلام واہلِ اسلام کے لیے سنگین خطرات وحالات پیدا کر دیے تھے۔

’’جماعتِ رضائے مصطفی، بریلی شریف‘‘ نے شُدِّھی تحریک ۱۹۲۳ء کے مقابلے میں علاقۂ آگرہ ومیوات وراجپوتانہ میں اپنا وفد بھیج کر اس کا سیلاب روکا اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو مُرتد ہونے سے بچایا۔

اس موقع پر ممبر وفد جماعتِ رضائے مصطفی، بریلی شریف، حضرت **مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی** پیلی بھیتی علیہِ الرَّحمۃُ والرِّضْوَان تحریر فرماتے ہیں:

’’**جمعیۃُ العُلما، خلافت کمیٹی** کی طرف سے ابھی تک کوئی عملی خدمت شروع نہیں کی گئی، باوجودے کہ اِن جماعتوں کے پاس کافی روپے اور کثیرُ التعداد مبلّغ اور لکچرار ہیں۔

اگر ان میں سے ایک جُز بھی اس کام پر مامور کر دیا جاتا تو اِن جماعتوں کی شان سے کچھ بعید نہ ہوتا۔ لیکن نہ معلوم یہ جماعتیں اِس کام کو کیوں غیر ضروری سمجھتی ہیں؟ اور پانچ لاکھ مسلمانوں کے ایمان کا خطرہ انھیں بے چین کیوں نہیں کرتا؟

مسلمانوں کی غفلت کب تک رہے گی؟ اور وہ اپنے دین پر ایسے زبردست حملے دیکھ کر بھی ہوش میں نہ آئیں گے۔‘‘

(ص ۴۔ دبدبۂ سکندری۔ رام پور۔ مؤرخہ ۱۶؍ فروری ۱۹۲۳ء۔ وص ۹۵۔ تحریکِ شدھی اور عُلمائے اہلِ سُنّت۔ مؤلّفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء)

حیرت ہے کہ بعض ذِمّہ دار سمجھے جانے والے افراد بھی کسی سنّی فرد یا تنظیم یا ادارہ کے تعلق سے کوئی شرعی بہتان سُن کر اس پر یقین کر بیٹھتے ہیں اور کسی تحقیق کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔ نہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ بیان کرنے والا شخص کون اور کیسا ہے؟ نہ ہی اس پر نگاہ رکھتے ہیں کہ جس سے متعلق یہ بات کہی جاری ہے وہ کون اور کس معیار کا ہے؟ نہ اس پر غور کرتے ہیں کہ اس کے مزاج ومعیار سے کتنی فروتر یہ بات ہے جس کا صُدور اس سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نہ اس مسئلہ کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ **کسی سنّی کی طرف، تحقیق وثبوت کے بغیر، نسبتِ کُفر وضلال کرنا بلکہ نسبتِ گناہِ کبیرہ کرنا بھی سخت گناہ اور ناجائز وحرام ہے۔**

جب کہ آج کل کہیں سے بھی کوئی رابطہ کر کے کسی معاملے اور واقعہ کی تحقیق وتفتیش نہایت آسان

کام ہے۔تقریباً ہر شخص کے پاس موبائل موجود ہے۔اس سے منٹوں منٹ میں گفتگو کی جا سکتی ہے۔

قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے کہ صاحبِ معاملہ سے براہِ راست تحقیق کر کے اس سے متعلق کوئی رائے قائم کی جانی چاہیے۔اس کے برخلاف اگر کسی کا عمل ہے تو وہ اپنے اس طرزِ عمل سے خود اپنی شخصیت و وقار کو مجروح کر رہا ہے اور اپنے وقار و اعتماد کو خاک میں مِلا رہا ہے۔ بلکہ کتاب وسُنَّت کے حکم وارشاد کو اپنے عمل کے ذریعہ صراحۃً مُسترد کر رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞ (سورہ حُجرات۔آیت۶)

اے ایمان والو!اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا دے بیٹھو۔پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

پیغمبر اسلام، حضرت محمد عربی، نبی ہاشمی صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

كَفٰى بِالْـمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ. (الحدیث)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے۔"

سطورِ ذیل میں محدّثِ اعظم ہند حضرت **مولانا سید شاہ محمد محدّث اشرفی کچھوچھوی** علیہِ الرَّحمة کا ایک اِستفتا اور **صدرُ الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی** رضوی علیہِ الرَّحمة کا فتویٰ نقل کیا جارہے۔جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہر دَور میں کچھ ایسے لوگوں کا وجود رہا ہے جو اہلِ سُنَّت وجماعت کے لیے آزار اور وبالِ جان بنے رہے ہیں اور ان کی حرکتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ عَنْہُ سے مَروی وہ حدیثِ مبارک یاد آتی ہے جسے فقیہِ اسلام **امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی** قُدِّسَ سِرُّہٗ اِس طرح نقل فرماتے ہیں:

"اور فرماتے ہیں: صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم:

ہلاک ہوئے غُلُو وتشدُّدْ والے۔احمد ومسلم و ابو داؤد۔

عَنْ ابنِ مَسعود رَضِیَ اللہ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّم: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ ۔ (اَلْاَحْلیٰ مِنَ السُّكَّرِ لِطَلبَةِ سُكَّرِ رَوْسَر۔مشمولہ فتاویٰ رضویہ،جلد دوم)

مسئلہ: مُرسلہ مولانا سید محمد صاحب محدِّث کچھوچھوی۔ ۲۵/ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء

بملاحظۂ گرامی حضرت صدرُالشریعہ مولانا شاہ حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ دامَتْ بَرکاتُھُم۔

اَلسَّلامُ علیکُم ورحمۃُاللہِ و بَرکاتُہٗ ۔

(الف) زید، بحمدِاللہ ایک سنّی عالم ہے۔مگراس کا طریقِ عمل یہ ہے کہ:

اپنے چند مخصوص اشخاص کے علاوہ اہل سُنّت کے اکابر عُلما کی نسبت اپنی عام خاص مجلسوں میں ایسے کلمات بے محابا کہا کرتا ہے جن کو سُن کر، سننے والے، عُلما کے ساتھ دینی حیثیت سے بدگمان ہو جائیں اوران کی مذہبی وقعت دلوں سے جاتی رہے یا کم ہوجائے۔

اوران کا وقار کم کرنے کے لیے اکابر عُلماے اہلِ سُنّت کے دینی القاب جواُن کے اَسمائے مبارکہ کے ساتھ امتیازی طور پر معروف ہیں، انھیں ترک کر کے، سادہ لفظوں میں معمولی لوگوں کی طرح ان کے نام لے کران کا ذکر کرنا، زید کی عادت ہے۔

زید نے اپنے رفیقوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی بنائی ہے۔اوراس کے افراد کے نام سے جوزید یا زید کی رضا یا ایما سے اس جماعت کے اَفراد، عُلماے کرام اہل سُنّت کی شان میں سَخیف کلمات اورسُبک الفاظ استعمال کرتے ہیں۔اور مسلمانوں کوان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور زید اشارۃً یا کنایۃً بھی منع نہیں کرتا۔ بلکہ لوگ جانتے ہیں کہ:

''زید اس پرخوش ہوتا ہے یا خود ہی وہ ان کے پردہ میں ایسا کرتا ہے۔''

اس زید کا اوراس کے ان رُفقا کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) زید، خالص سنّی جماعتوں کو جوحمایتِ دین اور اِعلاے سُنّیت کے لیے قائم ہیں، ندوہ بتا کر، سُنّیوں کو اُن سے منحرف کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

یہی زید، مقتدر عُلماے اہلِ سُنّت کوخلافِ واقع اور بالکل غلط طریقے پر پلپلے، مُدَاهِنْ اور لیگی تک کہہ کراہلِ سُنّت کوان سے منحرف کرنے کی کوشش کر چکا۔اور ابھی تک اس طرزِ عمل سے باز نہیں آیا۔

اس کا یہ طریقِ عمل کیسا ہے؟

(ج) زید کی مذکورہ بالا جماعت کا ایک رُکن یہ عبارت شائع کر چکا:

''اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، آقاے نعمت، دریاے رحمت، رَضِیَ اللہ عَنه اہلِ سُنّت و جماعت کے سچے امام ہیں اوران کی پیروی کرنا ہر ایک سنّی پر فرض وواجب ہے۔

اور جوشخص ان کی امامت کو نہ مانے اور اس میں شک بھی کرے۔تو وہ شریعت کے حکم سے

کافر ومُرتد ہے۔''

اور زید نے اس کے خلاف زبان وقلم کو جنبش نہ دی تا آں کہ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ:

زید اور اس کی جماعت اپنے چند اَفراد کے سِوا باقی تمام دنیاے اسلام وسنّیت کو مُرتد جانتی ہے اور جس طرح روافض، حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعالیٰ وَجْھَہُ الکرِیم کی خلافت کی آڑ لے کر اہلِ سُنَّت پر طَعن وتشنیع کرتے ہیں اسی طرح یہ گروہ بھی تمام اہلِ سُنَّت کا وقار مٹانے اور دنیاے سُنّیت پر زبانِ طَعن دراز کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی امامت کو آڑ بناتا ہے۔

اس لیے بہت سے لوگ زید اور اس کے ہم نواؤں کی اس چھوٹی سی مخصوص جماعت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں اور ان میں بھی ضد پیدا ہو گئی۔

اور بعض لوگ طیش میں آ کر کہہ گئے کہ:

یہ فرقہ بھی مثل وہابیہ وغیرہ مُرتد فرقوں کے، ایک فرقہ، خارج از اہلِ سُنَّت ہے۔

دونوں کا کیا حکم ہے؟

(د) اخبارات، اشتہارات، لیکچروں میں جو بعض مسلمان سنّی صحیح العقیدہ، تمام مسلمانوں کو بنام زد اسلامی بھائی مدعو کرتے ہیں اور شرکتِ جلسہ کو سببِ ثواب درج کرتے ہیں۔

تو کیا محض اس تعبیر کی وجہ سے وہ کافر مُرتد ہو جاتے ہیں؟

الجواب: رَبِّ اَعُوذُبِکَ مِنْ ھَمزاتِ الشَّیٰطِین وَاَنْ یَحْضُرُون۔

افسوس کہ اس زمانہ میں جب کہ گمراہی شائع ہو رہی ہے اور بد مذہبی زور پر ہے، زید جو ایک سنّی عالم ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے، تعجب ہے کہ:

اس کے رُفقاے کار خود عُلماے اہلِ سُنَّت کو سَبّ وسَخیف الفاظ سے یاد کر کے عُلما کے اِعزاز ووقار کو مٹائیں اور زید خاموش رہے؟ بلکہ اپنے طرزِ عمل سے اس پر رضامندی ظاہر کرے؟

اگر واقعی وہ سنّی عالم ہے تو اس کا یا اس کے رُفقا کا یہ فعل بِنا بر حَسَد ہو گا۔

عوام کو عُلما سے بدظن کرنا بہت سخت گناہ ہے کہ جب بدظن ہوں گے اُن سے بے زار ہوں گے اور ہلاکت میں پڑیں گے۔

بِالجُملہ زید کا یہ طرزِ عمل بالکل جائز نہیں۔

جب عُلماے اہلِ سُنَّت کا وقار جاتا رہے گا اور ان سے بدظنی پیدا ہو گی تو خود زید جس کو سنّی عالم بتایا جاتا ہے، اس سے کب محفوظ رہے گا؟ وَاللّٰہ تَعالیٰ اَعلم۔

(ب) زید کا یہ عمل ناجائز و حرام ہے۔ وَاللہ تَعالیٰ اَعلم ۔

(ج) میں بھی کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ امامِ اہلِ سُنَّت ہیں۔

مگر یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ جو اُن کی امامت نہ مانے وہ معاذ اللہ کافر ہے۔

اس شخص کا یہ قول نہایت شنیع ہے۔ اس قائل پر اس قول سے توبہ لازم ہے۔

جس نے یہ لکھا وہ حقیقۃً اعلیٰ حضرت قبلہ ہی کا مخالف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے۔

زید کو اگر اس کی اطلاع ہے تو زید پر بھی لازم ہے کہ اس سے انکار کرے۔ ورنہ زید بھی اس گناہ میں شریک ہے۔

دونوں جماعتیں ناحق پر ہیں۔ ایک شخص کے کہنے سے پوری جماعت کو گمراہ نہیں کہا جا سکتا۔ وَاللہ تَعالیٰ اَعلم ۔

(د) مدّعیِ اسلام کا حقیقۃً مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

چنانچہ اس زمانے میں بہتیرے مدّعیانِ اسلام، حقیقۃً کافر و مُرتد ہیں۔ مگر کسی مدّعیِ اسلام کو مسلمان کہنا کفر و اِرتداد نہیں کہ اس کے قائل کو کافر و مُرتد کہا جائے۔

اسلام کا استعمال حقیقۃً وہیں ہوگا جو تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو۔ اس سے کوئی قول و فعل ایسا ظاہر نہ ہو جس پر اسے کافر کہا جائے۔

مگر کبھی مجازاً اس کو بھی کہہ دیا جاتا ہے جو حقیقۃً مسلمان نہیں۔

قرآن مجید میں دونوں استعمال موجود ہیں:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ۔

محض اِس تعبیر سے ہرگز اس کو کافر و مُرتد نہیں کہا جا سکتا، جب تک وہ کسی مُرتد کو اس کے اِرتداد پر مطلع ہو کر اسے حقیقی معنی میں مسلمان نہ بتائے۔ وَاللہ تَعالیٰ اَعلم ۔

(ص ۵۰۳ تا ص ۵۱۶ ۔ فتاویٰ امجدیہ، جلدِ چہارم ۔ از صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی ۔ مطبوعہ دائرۃُ المعارفِ الامجدیہ ۔ قادری منزل ۔ قصبہ گھوسی ۔ ضلع مئو ۔ یوپی ۔ ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

۱۹۱۷ء میں ایک برطانوی وزیر ''مسٹر مانٹی گو'' نے ہندوستان کا دَورہ کرکے یہاں کے عُلما وقائدین سے ملاقات وتبادلۂ خیال کیا۔ اوراس کی ایک رپورٹ مع تجاویز وسفارشات ''اصلاحاتِ ہند'' کے نام سے شائع کی۔

حضرت **مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی** (وصال ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) اُس زمانے میں مسلم سیاست کا مرکز اور نقطۂ پرکار بنے ہوئے تھے، اس لیے ان کی سرکردگی میں لکھنو کے اندر ایک مِٹنگ ہوئی تھی۔

اس مِٹنگ میں شرکت کی دعوت، شرکت اور پھراس کے خلاف بعض اپنے ہی حضرات کے شدید اعتراضات اور حملوں کے سلسلے میں **حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری** برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''حضور پُرنور اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللہ عَنہ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پر اُس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری صاحب وغیرہ عُلمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کے ساتھ مجتہدین روافض کے بھی نام تھے۔ اور یہ وہ وقت ہے جب ''مانٹی گو'' وزیر، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک شوروغوغا مچا ہوا تھا۔

مولانا عبدالباری صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ:

اِس وقت اگر ہماری آواز کوئی وزن نہ رکھے گی تو دیوبندی، تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کر اہلِ سُنّت کو مضرّت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔''

میرے ساتھ حضرت مولانا ظہور حسین رام پوری صدر دارُ العلوم (منظر اسلام، بریلی) اور جناب مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب (منگلوری) اور صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی صاحب (اعظمی رضوی)، خُلفائے اعلیٰ حضرت بھی تھے۔ اور ہمیں اس جلسے میں جانا پڑا تھا جس میں روافض ووہابیہ وغیرہ بھی شریک تھے۔

توکیا تحفظِ حقوق کے لیے اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللہ تَعالیٰ عنہ کا ہمیں اجازتِ شرکت دینا، عیاذاً بِالمَوْلیٰ تعالیٰ گمراہی وفِسق کہا جاسکتا ہے؟

اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمراہی وفسق کے مُرتکب ہوئے تھے؟

حَاشَا۔ اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا۔ وِاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وِلِكُلِّ امْرِءٍ مانوىٰ.

(مَظَاهِرُ الْحَقِّ الْاَجلىٰ۔ (۱۳۶۰ھ/۱۹۴۰ء) طبع اول مطبع نابھا اسٹیم پریس، نابھ۔ پنجاب۔ کتب خانہ اہلِ سُنّت۔ بھورے خاں۔ پیلی بھیت)

طویل سوالات وجوابات پر یہ رسالہ (مَظَاهِرُ الْحَقِّ الْاَجلىٰ) مشتمل ہے۔

آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی وارشادات واقوالِ اکابرواسلاف سے مدلّل ومُبرہَن جوابات اگر ایک طرف **حضرت حجۃُ الاسلام** کی بصیرت وتفقُّہ کا شاہکار ہیں تو دوسری طرف **بعض** ''کرم فرماؤں'' **کی ایذارسانی** کا کرب واضطراب، آپ کی اِس تحریر کی ایک ایک سطر سے جھلک رہا ہے۔

حجۃُ الاسلام کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ حامدیہ'' چندسال پیش تر شائع ہوا۔ جس میں مذکورہ بالا رسالہ بھی شامل ہے۔ ایک سفرِ بمبئی کے دوران مجھ سے ایک ثِقہ راوی نے بیان کیا کہ:

''فلاں صاحب نے اس فتویٰ کے پڑھنے کے بعد مجھ سے ایک ملاقات وگفتگو کے دَوران کہا کہ:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا خون ہوگیا۔ اس فتویٰ کو فتاویٰ حامدیہ سے نکال دینا چاہیے۔''

یہ جاہلانہ واحمقانہ تبصرہ وخیال سُن کر راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے اس راوِی کے سامنے برجستہ کہا کہ:

''جس فرضی مسلک کا خون، اعلیٰ حضرت کے حکم سے حجۃُ الاسلام و صدرُ الشریعہ و دیگر خُلفائے اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، اُس کا خون ہونا ہی چاہیے اور بار بار ہونا چاہیے۔''

کبھی کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بے جا تشدُّد بلکہ تحمُّق کے حامل، کچھ انتہا پسند افراد نے اپنی جہالت وحماقت اور اپنی تنگ نظری وکج فکری سے اپنے دل ودماغ

میں کوئی ایسا مَسلک پال رکھا ہے کہ اکابر واسلافِ اہلِ سُنّت کی ہدایات وارشادات کو بھی وہ لائقِ اِعتنا اور قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔

اوران جاہلوں اورانتہاپسندوں کا ''مزعومہ مسلک''ان کی نظر میں اتنا صحیح اورکھراہے کہ اعلیٰ حضرت وصدرُالشریعہ وحجۃُ الاسلام ومفتیِ اعظم ومحدِّث اعظم اورصدرُالافاضل وغیرہم عَلَیہِمُ الرَّحمۃُ والرِّضوان بھی گویاان کے معیار پر پورے نہیں اُترتے اور''خودساختہ تصلُّب''کووہ اِن اکابرواسلافِ اہلِ سُنّت کے ''دینی تصلُّب''سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں۔ اَلْعَیاذُبِاللّٰہِ تَبارَکَ وتَعالیٰ۔

یہ فکروعمل نہ ''تصلُّبِ مطلوب''ہے۔نہ ''تعصُّبِ محمود''بلکہ واضح وصریح الفاظ میں ''تحمُّقِ محض'' اور''جہالتِ فاحشہ''ہے جونہایت معیوب اورشدید مذموم ہے۔

کیاایسے ہی جاہلوں ،بے عقلوں اوربدنصیبوں کی انتہاپسندی وکج رَوِی کی خبر،رسولِ اکرم،نبیِ معظّم،مُخبرِ صادق صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلیہِ وَسَلَّم نے اس ارشادِ گرامی میں اہلِ ایمان کونہیں دی ہے؟

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُون ۔(صحیح مسلم)

ہلاک ہوئے غُلُو وتشدُّدْ والے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے غُلُو وتشدُّدْ اوراس کی ہلاکت سے اہلِ سُنَّت کی حفاظت فرمائے۔آمین! بِجاہِ حبیبِكَ سیّدِالمُرسَلِین علیہِ وعَلیٰ آلِہِ الصَّلوٰۃُ والتَّسْلِیم۔

ربِّ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورۂ حج۔آیت ۷۸)

اورتم پردین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم ارشادفرماتے ہیں:

یَسِّرُوْاوَلاَتُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلاَ تُنَفِّرُوْا۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

سہولت وآسانی پیداکرواوردِقّت ومشقّت میں نہ ڈالو۔اوربشارت وخوش خبری دواوروحشت ونفرت نہ پیداکرو۔

اورارشاد فرماتا ہے : اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَشِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِیْنَ ۔(صحیح بخاری ومسند امام احمد)
تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو۔ نہ کہ دشواری میں ڈالنے والے۔
اورارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَبَشِّرُوا ۔(صحیح بخاری وسُنَنِ نسائی)
بے شک دین آسان ہے ۔اور جو دین میں تشدُّ د وتعمق کرے گا ،اُس پر یہ دین غالب اور سخت ہوجائے گا۔تو درستی ونرمی وبشارت کی راہ اختیار کرو۔''

مذہب واصولِ مذہب کےعلم وعرفان اور شعور وادراک کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس ''تقریب'' (رقم شدہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں جسے **برادرِ مکرّم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی** (موجودہ صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی) نے پوری **علمی وفقہی** بصیرت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے:

''امام احمد رضا نے علمی تحقیقات اور فنّی تدقیقات کے جو اَنمول موتی اپنی تصانیف میں جلوہ آرا فرمائے ہیں، اُن کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔

اسی طرح دین حنیف اور فقہِ حنفی کی جو لازوال خدمات ،امامِ موصوف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے انجام دیں، اُن کے اعتراف پر سبھی مجبور ہیں۔ ع

جس سَمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

لیکن اِن تمام مناقب وفضائل کے خزانے میں ایک ''عیب'' بھی ہے۔ زبردست عیب۔ وہی عیب جسے شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے ع

ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیبے ست

ان کا ''عیب'' یہی ہے کہ وہ ع ۔ بامسلماں اللہ اللہ، بابرہمن رام رام۔
والے **مذہبِ صلحِ کل** کے قائل نہ تھے۔ ان کے یہاں دوستی اور دشمنی کا ایک پختہ نظریہ موجود تھا۔

وہ قرآن وحدیث اور اِتباعِ ائمہ پر سختی سے قائم تھے ۔ انھوں نے قرآنِ کریم سے محبتِ ایمان ومومن کے ساتھ عداوتِ کفر وکافر کا بھی درس لیا۔

حدیث پاک سے اَلْحُبُّ فِی اللہ وَالْبُغْضُ فِی اللہ، دونوں کی تعلیم حاصل

کی۔ ائمۂ کرام سے انھوں نے یہ سبق بھی سیکھا کہ:

""محبتِ خدا ورسول، بے عداوتِ دشمنانِ آں، صورت نہ بندد۔

""تولّا بے تبرّا نیست ممکن"" دریں جا صادق است۔""

(مکتوباتِ امامِ ربّانی، مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی۔ وصال ۱۰۳۴ھ)

اس لیے ان کا نتیجۂ فکر وقلم، جہاں بارگاہِ خدا ورسول اور نگاہِ اہلِ ایمان میں ایک ""نغمۂ دل نواز"" تھا، وہیں دشمنانِ خدا ورسول اور اَعْدائے دین وسُنّت کے لیے ""سوہانِ روح"" اور ""پیامِ موت۔""

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ، مجھے شوخیِ طبعِ رضاؔ کی قسم

....

کلکِ رضاؔ ہے خنجرِ خونخوار، برق بار
اَعْدا سے کہہ دو، خیر منائیں نہ شر کریں

(ص ۵۵ وص ۵۶۔ امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات ومنکَرات۔ مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)

""اَوراق اُلٹ کر دیکھیے پھر فیصلہ کیجیے کہ:

یہ کس کا قلم ہے جس نے بدعات ومفاسد کی بیخ کنی میں پوری جُرأت وہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ نہ تو اسے لَومَۃِ لائم کا خوف ہے نہ دنیا والوں کی ناراضی کا اندیشہ۔ اسے اپنے مولیٰ کی رضا کافی ہے۔

اس کی آنکھوں میں شریعتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم کا کیف وسرور ہے اس لیے وہ فیصلے کرتا ہے تو حق اور اَٹل فیصلے کرتا ہے۔

نہ تو اس میں اِفراط ہے کہ بدعت کو شرک۔ گناہ کو کفر۔ مکروہِ تنزیہی کو حرام۔ یا کم از کم صغیرہ بلا اِصرار کو کبیرہ۔ خفی کو جلی۔ کہہ دے۔

نہ اس میں تفریط ہے کہ مکروہ یا خلافِ اولیٰ کو غیر مکروہ ومستحب۔ بدعت کو سُنّت۔ مُنکَر کو معروف۔ یا ناجائز کو جائز کہہ دے۔

اِعتدال ہے اور صرف اِعتدال۔ یہی وہ اِصلاح ہے جو فساد وافساد سے پاک ہوتی ہے۔"" (ص ۳۷ وص ۴۷۔ تقریب از مولانا محمد احمد مصباحی۔ در ""امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات ومُنکرات"" مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور۔ ۱۹۸۵ء)

یہی ''مسلکِ رضا''، مشاہیرِ اسلام، عُلما وفُقہا واکابر صوفیہ ومشائخ کرام رِضْوانُ اللّٰہ عَلَیھِم اَجمَعِین کے ارشادات وہدایات کا عِطرِ مجموعہ ہے۔

یہی ''فکر رضا''، امامُ المحدِّثین شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی ومجدِّ دِالفِ ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی وشمس العارفین سیدشاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی وسراجُ الہند شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی وبحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی وعلاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی وعلاَّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی وخاتم الاکابر سیدشاہ آلِ رسول احمدی مارہروی ونورُ العارفین سیدشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی وحضرت مفتی ارشاد حسین مجدِّدی رام پوری ومحب الرسول تاجُ الفحول مولانا عبدالقادر عثمانی بدایونی وشیخ المشائخ سیدشاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی وغیرہم رِضْوانُ اللّٰہ عَلَیھِم اَجمَعِین کے عقائد وافکار کا نمائندہ وترجمان ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے موجودہ صدرُ المدرسین برادرِ مکرّم مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی نے مندرجہ بالا تحریر میں جو کچھ پیش کیا ہے وہی آئینۂ فکر رضا ومسلکِ رضا ہے۔

بِحَمْدِہٖ تَبارَکَ وتَعالیٰ وبِکرمِ حبیبہٖ الْاَعْلیٰ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم، **سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت ہندوپاک کی سب سے عظیم دینی وعلمی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنی تاسیس سے آج تک ہمیشہ اور ہر دَور میں فکر رضا ومسلکِ رضا کو علمی وفکری وفقہی انداز میں پیش کرتے رہنے کی ایسی ممتاز اور لازوال خدمت انجام دی ہے جس سے اہلِ سُنَّت کا سر فخر سے اونچا ہوتا رہا ہے اور آج بھی اس کی نمایاں خدمات ہر جہت سے سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے لیے باعثِ اِعزاز وافتخار ہیں۔**

اس جامعہ اشرفیہ کے فارغُ التحصیل عُلما، ہندوبیرونِ ہند جو دینی وعلمی ودَعوتی واصلاحی خدمات وسیع پیمانے پر انجام دے رہے ہیں، اُس سے ہندوپاک ہی نہیں بلکہ یورپ وافریقہ وامریکہ وآسٹریلیا کے مسلمانانِ اہلِ سُنَّت بھی اچھی طرح باخبر اور واقف ہیں۔

کسے **نہیں معلوم** کہ فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فقہی شاہکار (بزبانِ اردو) کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کی توقع سیِّدی و مُرشِدی حضور مفتیِ اعظمِ ہند مولانا الشاہ مصطفی رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال محرم الحرام ۱۴۰۲ھ /۱۹۸۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔انڈیا) کی ایک مبارک مجلس میں

ظاہر فرمائی تو فرزندانِ اشرفیہ ہی سے؟ کہ:

''تم لوگوں کے علاوہ اور کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟۔''

اور پھر ''سنّی دارُالاشاعت'' مبارک پور (زیرِ اہتمام و انتظام حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی و حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی و حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی و حضرت مولانا قاری محمد یحیٰی مبارک پوری۔ زیر سر پرستی حضرت حافظِ مِلّت مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی۔ رَحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہِم اَجمعین) نے فتاویٰ رضویہ کو بڑی عَرق ریزی وجاں کاہی اور ذِمّہ داری کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر کے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا۔

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے **دوسرے فقہی شاہکار** ''جَدُّ الْمُمْتار عَلٰی رَدِّ الْمُحتَار'' (بزبانِ عربی) کی طباعت واشاعت کی سعادت بھی فرزندانِ اشرفیہ (مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، راقم سطور یٰس اختر مصباحی اور مولانا نصرُ اللہ رضوی مصباحی) ہی کو حاصل ہوئی۔ جنھوں نے ''المجمع الاسلامی مبارک پور'' کے ذریعہ یہ قابلِ افتخار فقہی سرمایہ قوم کی خدمت میں پیش کر کے سُرخ رُوئی وسرفرازی حاصل کی۔

اتنا ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ''رضویات'' کے موضوع پر فرزندانِ اشرفیہ کی قلمی وتحریری خدمات، ہندوستان کے دیگر سبھی سُنّی اصحابِ قلم کی مجموعی خدمات پر بھاری ہیں۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔

یہ فیض ہے اَکابر واسلافِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے مذہب ومسلکِ حق کی ترجمانی اور فکر رضا کی خدمتِ تفہیم وتبلیغ وترویج کا کہ فرزندانِ اشرفیہ جہاں ایک طرف علم وفضل کے مالک ہوتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ شعور واِدراک اور فکر وبصیرت کے بھی حامل ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر، وقت کے بدلتے حالات اور متعدد جہات کی طرف ہوتی ہے اور ماضی کی وراثت کے تحفظ کے ساتھ وہ مستقبل کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور نئے آفاق کی تلاش وجستجو میں سرگرداں رہتے ہیں۔

یہ ذہن انھیں فکرِ رضا ہی نے دیا ہے اور مسلکِ رضا ہی سے انھیں یہ غذا ملی ہے اور ملتی رہے گی۔

جنھیں کچھ معلوم نہیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں اور اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور جنھیں کچھ معلوم ہے وہ مَزید جان لیں کہ مستقبل بینی ودور اندیشی کیا چیز ہوتی ہے۔ پڑھیں اور سُنیں کہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کیا تحریر کرتے ہیں اور کیا ارشاد فرماتے ہیں:

ملک العُلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی کے نام **ایک مکتوب میں امام احمد رضا** قُدِّسَ سِرُّہٗ رقم طراز ہیں: (واضح رہے کہ اس مکتوب میں ''حاجی صاحب'' سے مُراد ہیں: حاجی لعل محمد مدراسی ۔ وصال ۱۵/ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ/ ۲۱/جولائی ۱۹۲۱ء۔ کلکتہ۔ جو بہت بڑے تاجر اور مُخیّر ومُحسنِ اہلِ سُنّت، نیز خلیفۂ امام احمد رضا تھے۔)

''کلکتہ میں ایک سُنّی عالم کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے۔ تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟

سُنّیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ:

''جن کے پاس مال ہے، اُنھیں دین کا کم خیال ہے۔ اور جنھیں دین سے غرض ہے، اِفلاس کا مرض ہے۔''

ورنہ کلکتہ میں حمایتِ دین کے لیے دو ہزار ماہوار بھی کوئی چیز نہ تھی۔

مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ جس کی نسبت مَیں نے سنا ہے کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لیے وقف ہے۔ اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے۔''

(مکتوب محرّرہ ۲۶/ماہِ مبارک، یوم جمعہ ۱۳۳۴ھ۔ ص ۲۷۰۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلدِ اول۔ مطبوعہ کراچی)

غالباً یہی وہ ترغیبی خط ہے جس سے متأثر ہو کر ملکُ العُلما مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی، اس مدرسہ شمسُ الھدیٰ، پٹنہ کے مدرس اور پھر اس کے پرنسپل بھی ہوئے۔

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ثم علی گڑھی (وصال ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بارے میں خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف کے ایک عالمِ جلیل، حضرت **مفتی اعجاز ولی خاں رضوی** بریلوی (ولادت ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء۔ وصال ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ، لاہور تحریر فرماتے ہیں:

''آپ، اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حسبِ ارشاد، **مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔** آپ رُشد وہدایت کے پیکر، صداقت ودیانت کے مجسّمہ تھے۔ سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔''

(ص ۱۳۱۔ مقالاتِ یوم رضا۔ حصہ سوم۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۱ء)

علاّمہ سید سلیمان اشرف علی گڑھی اور صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی، خُلفاے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی اُس نصاب کمیٹی، کی مِٹنگوں میں مدعو رُکن کی حیثیت سے شریک تھے جسے شعبۂ

اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دینی نصاب کی تدوین وترتیب کے لیے ذِمّہ دارانِ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے تشکیل کر کے اس کی مِٹنگوں کا اِہتمام کیا تھا۔

چنانچہ دارُالمصنفین اعظم گڑھ کے سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳ء۔کراچی) ماہنامہ ''معارف اعظم گڑھ کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

''مسلم یونیورسٹی کے بعض اَرکان کی کوشش ہے کہ:

''یونیورسٹی میں علومِ شرقیہ کا بھی شعبہ قائم ہو۔ کیوں کہ مسلم یونیورسٹی کے لیے جب روپیہ فراہم کیا جارہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی ۔اس لیے اب اس وعدہ کے وفا کرنے کے دن آ گئے ہیں۔

چنانچہ اس غرض سے منتظمینِ یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے عُلما، جو جدید ضروریات سے آگاہ اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے، علی گڑھ میں جمع ہوئے۔

اور متواتر سات (۷) اجلاس ۱۱ رفروری سے ۱۷ رفروری تک منعقد ہوتے رہے۔

مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لیے یہ نقشۂ عمل اور ایک نصاب، میٹرک سے ایم اے تک تیار کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا۔

اس مجلس کے اَرکان حسبِ ذیل افراد تھے:

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیبُ الرحمن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر علومِ شرقیہ، مسلم یونیورسٹی، مولانا مناظر اَحسن گیلانی استاذِ دینیات، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دَکن، مولانا امجد علی صدر مدرس، مدرسہ معینیہ اجمیر، اور خاکسار۔

مولانا عبدالعزیز صاحب میمن راج کوٹی، استاذِ ادبیات عربی، مسلم یونیورسٹی نے خاص موقعوں پر شرکت کی۔

علومِ شرقیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ عقلیات، دینیات، اور ادبیات۔اور ہر ایک کا علیحدہ نصاب ترتیب دیا گیا۔ جو ایف اے کے پہلے سال سے، ایم اے تک ختم ہوگا۔

ہمارا کام ختم ہوگیا۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ منتظمین واَرکانِ یونیورسٹی اس کو رَد کریں گے یا قبول کریں گے؟

ہندو یونیورسٹی نے اپنے یہاں سنسکرت لازمی کر دی ہے۔ اور ہم کو ابھی رَدّ و قبول ہی میں پس وپیش

ہے۔‘‘ (اداریہ، ماہنامہ ’’معارف‘‘ اعظم گڑھ۔ شمارہ فروری ۱۹۲۶ء)

وقت اور حالات کے تیور پر نظر رکھنے اور مُفید ترین شعبۂ عمل کے انتخاب وسببِ انتخاب سے متعلق یہ روایت بھی پڑھیں اور غور سے پڑھیں:

ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری شیخ الحدیث مرکزی دارُالعلوم حزبُ الاحناف، لاہور۔ فرزندِ حضرت مولانا سید دیدار علی محدّث اَلْوَرِی، لاہوری فرماتے ہیں کہ:

’’جب اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی عمر شریف پچاس (۵۰) برس ہوگئی تو آپ نے اپنی تمام تر توجہ، تصنیف وتالیف کی طرف پھیر دی۔ اور فرمایا:

’’ایک دَور یعنی نصف صدی گذر گئی۔ زمانے کے حالات بدل گئے۔ اب ہمیں بھی اپنی عادت میں تبدیلی کرنی چاہیے۔‘‘

’’چوں کہ لوگ تحریر سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت، تقریر کی بہ نسبت تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے۔‘‘

(ص ۲۴۔ یادِ اعلیٰ حضرت۔ مؤلّفہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ مکتبہ قادریہ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بدلتے اوقات واَحوال کے تحت اپنے امور ومعاملات کا جائزہ لے کر ان کی اِفادیت میں اضافہ کرتے رہنا ہی بیدار مغزی و مستقبل بینی کی علامت ہے اور اس **فکرِ مستقبل کے جلوے، آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور فرزندانِ اشرفیہ کی فہرستِ خدمات میں جگہ جگہ ضیا بار ملیں گے۔**

تقریباً ۷۸۔۱۹۷۷ء میں **بعض فرزندانِ اشرفیہ** (مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی اور راقمِ سطور یٰسٓ اختر مصباحی) نے اِصلاح نصاب کی طرف توجہ دی اور اس سلسلے میں عُلمائے کرام کی متعدد میٹنگیں کیں۔ جس کی روشنی میں ایک نصاب مرتّب کر کے مع دیگر تفصیلات اسی دَور میں شائع کر دیا گیا تھا۔

اصلاحِ نصاب کا عمل مختلف مَراحل سے گذر کر بحمدِہٖ تعالیٰ کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ اور آج **تنظیم المدارس** (قائم شدہ ۲۰۰۷ء) کے تحت مرتّبہ نصاب، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے علاوہ صوبہ اتر پردیش کے کم از کم پچیس بڑے مدارس میں نافذ ورائج ہے۔ اور اس کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

مجلسِ شرعی، مبارک پور کے قیام اور اس کے زیرِ اہتمام فقہی سمینار کے اِنعقاد کے ذریعہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے جو تاریخ ساز فقہی خدمت انجام دی اور اس سلسلے میں اشرفیہ کو جو شرف وتقدُّم

واوّلیت حاصل ہے اس سے عُلماے اہلِ سُنّت بخوبی واقف اور اس کے معترف و مدّاح ہیں۔

فقہی سمینار کے ذریعہ عصرِ حاضر کے جدید اُمور و مسائل کے شرعی و فقہی حَل کی طرف پیش قدمی کر کے اگر ایک طرف متعدد مشکلات و مسائل کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں فقہِ حنفی کے مطابق ان کی توضیح و تنقیح کی گئی اور جواز و عدم جواز کی حیثیت واضح کی گئی ہے تو دوسری طرف نوجوان عُلما و مفتیانِ کرام کو بحث و تحقیق اور اِستنباط و اِستخراج کے اصول و آداب بھی سکھائے گئے ہیں۔ اس فقہی تربیت کے ذریعہ فقہ و اِفتا سے دل چسپی رکھنے والے نوجوان عُلما کی اچھی خاصی، تجربہ کار اور مُستعِد و فَعّال جماعت تیار ہو چکی ہے۔ اور سال بہ سال اس فقہی سمینار کی عظمت و اہمیت اور اِفادیت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

قدیم فقہی مَصادِر و مَراجع کے ساتھ فتاویٰ رضویہ و بہارِ شریعت و فتاویٰ امجدیہ و فتاویٰ مصطفویہ جیسے جدید مآخذ سے اِستفادہ اور ان کے اَقوال و جُزئیاتِ مُفتیٰ بِہا کے مطابق ہی فقہی سمینار کے فیصلے ہوا کرتے ہیں جن پر شرکاے فقہی سمینار کے دستخط ثبت ہوتے ہیں۔

اس فقہی سمینار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شُرکا و حاضرینِ سمینار کو علمی و فقہی بحث و مباحثہ اور سوال و جواب کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر کسی عالم و مفتی کو کسی فیصلے سے اتفاق نہیں ہے تو اس کو عدمِ اِتفاق کا پورا اِختیار دیا جاتا ہے اور فیصلے پر تصدیقی دستخط کے لیے کوئی ادنیٰ جبر و اِکراہ بھی رَوا نہیں رکھا جاتا۔ مجلسِ شرعی مبارک پور کے صدر مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی اور اس کے ناظم مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی ہیں۔

مرکزِ اہلِ سُنّت بریلی شریف میں بھی **شرعی کونسل** کا قیام عمل میں آ چکا ہے جس کے زیرِ اہتمام سال بہ سال فقہی سمینار کا اِنعقاد جامعۃُ الرضا، متھرا روڈ، بریلی شریف میں ہوتا رہتا ہے اور جدید مسائل و معاملات پر غور و خوض کر کے ان کے سلسلے میں کوئی شرعی و فقہی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یہ فقہی سمینار، جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی رضوی اَزہری بریلوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ جس میں شہزادۂ صدرُ الشریعہ، محدّثِ کبیر، علاّمہ ضیاءُ المصطفیٰ قادری اور ملک کے دیگر عُلما و مفتیانِ کرام شرکت فرماتے رہتے ہیں۔ شرعی

کونسل بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے فقہی سمینار حوصلہ افزا اور خوش آئند ہیں۔ خدا کرے اس کا سلسلہ، مدتِ دراز تک باقی اور جاری رہے۔ آمین! بجاہِ حبیبِكَ ورسولِكَ الکریم علیہِ الصَّلوٰۃُ والتَّسلیم۔

چھ سات سال پہلے کی بات ہے کہ **نامعلوم اسباب** کے تحت حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی وحضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی وحضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی پورنوی اور راقم سطور یٰسٓ اختر مصباحی کے نام، فہرستِ شُرکا و مدعوین سے **بیک جنبشِ قلم** اجتماعی طور پر خارج کر دیے گئے۔

مجھے اپنے بارے میں اِس اعتراف واظہار واعلان میں کوئی تکلّف نہیں کہ فقہ واِفتا میں دَرک وکمال تو دور کی بات ہے، اوسط بلکہ ادنیٰ درجہ کا بھی علم اور صلاحیت میرے پاس نہیں ہے اس لیے جو ہُوا، بہتر ہوا۔ البتّہ دیگر حضرات کا کیا جُرم وقصور تھا؟ کیا وہ شُرکا ومدعوینِ سمینار کی فہرست کے آخر میں بھی جگہ پانے کے اہل نہیں؟ ع

یہ معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

''**مجلسِ برکات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور**'' کے نام سے چند سال پیش تر ایک اشاعتی شعبہ قائم ہوا جس کے سرپرست امینِ مِلّت حضرت **پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی** سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ ہیں۔ اس مجلسِ برکات کے زیرِ اہتمام درسِ نظامی کی بیش تر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو سنّی عُلما و مصنفین کے شروح حواشی سے مزیّن ہیں۔

مدارس میں مجلسِ برکات کے مطبوعہ نسخے ہی اب عام طور پر پسند کیے جا رہے ہیں اور انھیں کے ذریعہ طلبہ کو تعلیم دی جا رہی ہے۔

''خیر آبادیات''، علمی وتحقیقی دنیا میں ایک نئی اصطلاح اور نیا عُنوان ہے۔

۲۰۱۱ء میں اہلِ سُنّت کے عظیم وجلیل عالم ومفکّر وفلسفی اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے ممتاز اور صفِ اول کے قائد علّامہ فضلِ حق خیر آبادی کے وصال کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال پورے ہونے پر دہلی ولکھنؤ وپٹنہ وکلکتہ وبھیونڈی وغیرہ میں جو کانفرنسیں ہوئیں وہ ابھی کل کی بات ہے۔

’’فضلِ حق شناسی کی تحریک‘‘ کہاں سے اور کیسے شروع ہوئی اسے سب جانتے ہیں کہ یہ بھی فرزندانِ اشرفیہ ہی کی سَعیِ بلیغ کا نتیجہ ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ سَوادِ اعظم اہل سُنّت وجماعت کی وہ عظیم المرتبت اور جلیل القدر شخصیت، جس کا ’’رَدِّ وہابیہ‘‘ میں اوّلین اور نمایاں ترین کردار ہے اُس کے ذکر و بیان سے اُن کی زبانیں خاموش اور ان کے قلم خشک کیوں ہو گئے جو دن رات ’’رَدِّ وہابیہ‘‘ کا جھنڈا اُٹھائے پھرتے ہیں؟

’’تحریکِ فضلِ حق شناسی‘‘ ہندستان بھر میں پورے زور وشور کے ساتھ چلی اور سَوادِ اعظم اہل سُنّت وجماعت کے درمیان اسے بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ اہل سُنّت کی جدید تاریخ کا بے مثال کارنامہ ہے۔

اسی ’’تحریکِ فضلِ حق شناسی‘‘ کے بَطن سے ’’**تحریکِ اسلاف شناسی**‘‘ کا وجود ہُوا جسے مارہرہ مطہرہ کی سرپرستی حاصل ہے، اس تحریک کے پہلے مرحلے میں یہ دو بڑے پروگرام ہوئے:

(۱) امامِ اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس، گوونڈی۔ بمبئی۔ مؤرخہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ء۔

اس سمینار و کانفرنس کی رپورٹ اور اس کے مضامین ومقالات کا ضخیم مجموعہ بنام ’’**انوارِ امامِ اعظم**‘‘ شائع ہو چکا ہے۔ اس سمینار و کانفرنس کا انتظام وانصرام، خانقاہ قادریہ ایوبیہ، پپرا کنک، ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش کی طرف سے ہوا۔

(۲) امامِ اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس، قیصر باغ لکھنؤ۔ مؤرخہ ۲۴، مارچ ۲۰۱۳ء۔

اس کانفرنس وسمینار کا اہتمام وانتظام دارُ العلوم حنفیہ رضویہ، رِنگ روڈ، لکھنو نے کیا۔ جس کے کنوینر مولانا محمد اقبال قادری اور قاری محمد احمد بقائی تھے۔ اس سمینار و کانفرنس کے مضامین ومقالات اور دیگر تفصیلات زیرِ ترتیب ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ، بمبئی ولکھنؤ کے یہ پروگرام بے حد کامیاب اور تاریخ ساز ثابت ہوئے۔ دونوں مقامات کے خواص وعوام اور عُلما وطلبہ کا مجموعی تاثُّر یہ ہے کہ ایسا معیاری اور باوقار علمی وتحقیقی پروگرام یہاں اہلِ سُنّت کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس بمبئی ولکھنؤ کے بارے میں عُلما ومشائخ اور مدارسِ اہلِ سنت کے اساتذہ وطلبہ، سب جانتے ہیں کہ اس کی تجویز وتحریک میں کس کا دل دماغ کارفرما ہے۔ اور یہ بھی جانتے

ہیں کہ شریکِ سمینار علما ومقالہ نگار اہلِ قلم کی غالب اکثریت، فرزندانِ اشرفیہ مبارک پور ہی کی ہے۔

حیرت بالائے حیرت ہے کہ امام اہلِ سُنَّت، فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشاہ مفتی محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے جس فقہِ حنفی کی زندگی بھر تائید وحمایت فرمائی اور اس کے امام، امامُ الائمہ ابوحنیفۃ النعمان رَضِیَ اللہ عَنہ کا آخری دَم تک گُن گایا، ایسے امامِ اعظم ابوحنیفہ کی حیات وخدمات پر ہونے والے خالص علمی وفقہی سمینار وکانفرنس پر بھی کچھ پیشانیاں شکن آلود ہیں۔

مسلک کی دن رات دُہائی دینے والے بعض جھنڈا بردار اور ان کے حاشیہ بردار، بدگمانی اور طعن وتشنیع سے اہلِ سُنَّت کے مذہبی ماحول کو جس طرح پراگندہ کرنے پر آمادہ ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

علاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی سے امامِ اعظم ابوحنیفہ تک اور دیگر اکابر واسلافِ اہلِ سُنَّت پر ہونے والے سمینار وکانفرنس تک، جن افراد کے دلوں میں تنگی اور دماغوں میں بدگمانی کے جراثیم کُلبُلا رہے ہیں، انھیں اپنے دل ودماغ کی خبر جَلد تر لینی چاہیے اور مائل بہ اصلاح ہوکران کا صحیح علاج کرلینا چاہیے۔ یہ ایک مخلصانہ مشورہ ہے جس پر عمل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ خدانہ کرے آئندہ کوئی ناخوش گوار صورت پیدا ہو۔ جس کے بعد انھیں کفِ افسوس ملنے کے سِوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

ذہن نشین رہے کہ منفی ذہن وفکر سے انسان کو خسارہ کے سِوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اور مثبت ذہن وفکر، انسان کی کامیابی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ''منفی رَدِّعمل'' جس کی حیثیت عموماً وقتی وعارضی ہوتی ہے، اس کی نااہلی وبے عملی کو مثبت فکر وعمل کا سیلاب خس وخاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ وقت کا کارواں کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جسے شریکِ کارواں ہونا ہے، ہوجائے۔ اور پھر اپنی صلاحیت وکارکردگی کے ذریعہ میرِ کارواں بھی بن جائے۔ ورنہ کارواں گذرنے کے بعد غبارِ کارواں اور رَہ گذر دیکھ کر اپنا خون جلانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

یہ محض ایک کارواں سے متعلق بات ہے۔اور ایسا نہیں کہ اسی کی شرکت وعدمِ شرکت پر ہرطرح کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے۔لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس کارواں میں شرکت ہمیں اور آپ کو بہت سی کامیابیوں سے ہم کنار کردے گی۔ اِنْ شَاءَ اللہ تَبَارَکَ وَتَعالیٰ۔

قارئین کے علم میں یہ بات بھی آجانی چاہیے کہ مخدومِ اَوَدھ حضرت شاہ محمد مینا چشتی لکھنوی وقطبِ کوکن حضرت مخدوم مہائمی وامام المحدثین شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی وسراج الہند شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اور بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی پریکے بعد دیگرے سمینار وکانفرنس کا انعقاد ہونا تقریباً طے ہو چکا ہے۔اسی طرح دیگراکابرو اسلافِ سوادِاعظم اہلِ سُنّت وجماعت پر بھی سمینار وکانفرنس کا سلسلہ جاری رہے گا۔اِنْ شَاءَ اللہ تَبَارَکَ وَتَعالیٰ۔

اسی کے ساتھ قارئین کو یہ خوش خبری دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ (۱) عُلماے فرنگی محلی، لکھنؤ کا عِلمی فیضان (۲) سَوادِ اعظم اور سلسلۂ ولی اللّٰہی عزیزی (دوجلدیں) کے نام سے راقمِ سطور کی دو کتابیں قریبُ التکمیل ہیں۔

تذکرۂ اسلاف حرزِ جاں وراحتِ قلب ہے اور اس سے تکدُّر وانقباض، آفتِ جاں اور مرضِ قلب ہے۔جس سے جلد از جلد نجات حاصل کرلینا ہراُس شخص پر فرض ہے جو کسی طرح بھی اپنی شومیِ قسمت سے مبتلاے مرض ہے۔

وَاللہ مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ وَھُوَالشَّافِي وَالْکَافِي والْمُعِیْنُ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَیہِ التُّکْلان۔

اپنے سلیم الطبع قارئین کو اس تحریر کے ذریعہ راقمِ سطور یہ خوش خبری دینا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ جلد ہی عظیم الشان پیمانے پر ایک علمی وفقہی سمینار وکانفرنس (امام احمد رضا سمینار وکانفرنس، بمبئی) کا انعقاد سرزمینِ بمبئی میں ہونے والا ہے جو نہایت عظمت واہمیت وافادیت کا حامل ہوگا اور اس سمینار وکانفرنس کے ذریعہ ابوحنیفۂ ہند، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی دینی وفقہی وعلمی خدمات کا مختلف جہتوں سے اِحاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ملک کے معروف عُلما وارباب فکر وقلم

اِس ''امام احمد رضا سمینار و کانفرنس'' میں شرکت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ اِفتا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی ہدایت و نگرانی میں اس سمینار و کانفرنس کا انعقاد ہوگا۔ اِن حضرات کے معاوِن کی حیثیت سے راقِم سطور بھی شریکِ سمینار و کانفرنس رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

مذہب ومسلک کے اصول وضوابط اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے مفادات ومصالح پر نظر رکھنا اور ان کے مطابق اپنے ہر فکر وعمل کو مرکوز کرتے ہوئے ان کے دائرے میں ہی انھیں محدود رکھنا یہی وہ شعور وعرفان ہے جو مطلوب ومقصودِ شرعی ہے۔

اس کے لیے جس علم وفضل، تدبُّر وبصیرت، مشاہدہ وتجربہ اور معاملہ فہمی ومستقبل بینی کی ضرورت ہے، اس کے نقوش، اکابر واسلافِ اہلِ سُنّت کی کتب ورسائل اور حیات وخدمات ہی میں مل سکیں گے جن کی اِقتدا واِتباع ہمارا جماعتی ومِلّی وشرعی فریضہ ہے۔

اپنے ذاتی خیالات ورُجحانات کو جذبات اور نعرہ بازی کی شکل میں پیش کرتے رہنا اور مذہبی واجتماعی تقاضوں کو نظر انداز کرتے رہنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔

جو قوم وجماعت، فکر وعمل سے عاری ہو کر محض جذباتی نعروں پر اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہے اسے کسی کی رہنمائی ومسیحا نفسی بھی زوال واِنحطاط اور آخری ہچکی لینے سے روک نہیں سکتی۔

ہم جس مذہب ومسلک کے ماننے والے ہیں وہ آفاقی اور عالَم گیر ہے۔ وہ کسی صوبہ وملک وبرِ اعظم میں محدود نہیں۔ وہ ہزار سال پہلے بلکہ اس سے بھی پہلے موجود تھا اور ہزار سال بعد بلکہ اس کے بعد بھی زندہ اور باقی رہے گا۔

وہ اُس وقت بھی تھا جب ہندوستان کے موجودہ اور مروَّجہ سلاسلِ طریقت دنیا میں کہیں موجود نہیں تھے اور اُس وقت بھی رہے گا جب خدانخواستہ یہ سلاسلِ طریقت یا ان میں سے کچھ سَلاسِل اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہیں۔

اس آفاقی مذہب و مسلک کو کسی خانقاہ یا کسی درس گاہ کی چہار دیواری میں محدود اور مقیّد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے مذہب و مسلکِ اہلِ سُنَّت بہرحال راجح و مقدّم ہے اور اسے ہر حال میں راجح و مقدّم ہی رکھا جانا چاہیے۔ اور اہلِ سُنَّت کے ہر سلسلۂ علم و طریقت اور ہر خانقاہ و درس گاہ کے لیے اہلِ سُنَّت کے مجموعی مفاد و مصلحت کو پیش نظر رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔

یہ رَوِش کچھ اچھی نہیں کہ دوسروں کی لغزشوں اور خطاؤں کی گرفت میں اتنی تیزی ہو کہ ایران توران کی ہر حرکت پر نظر ہو اور اپنے پاس پڑوس کی کوئی خبر ہی نہ ہو۔ گویا ع

سارے جہاں کا جائزہ، اپنے جہاں سے بے خبر

محدود فکر و خیال کے ساتھ، غیر محدود مفادات و مصالحِ اہلِ سُنَّت کا تحفظ کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ یہ سوال بڑا ہی اہم، بے حد توجہ طلب اور قابلِ غور ہے۔

مسلمانانِ اہلِ سُنَّت کے اجتماعی امور و معاملات کے باب میں اپنے اوپر عائد شدہ فریضۂ ہدایت و قیادت سے اِغماض و صَرفِ نظر کر کے کس طرح اہلِ سُنَّت کا بھلا کیا جا سکتا ہے اور اسے فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے؟ یہ سوال بھی تشویش ناک مَرحلے میں داخل ہو کر کسی فوری حل کا ہم سب سے مطالبہ اور تقاضا کر رہا ہے۔

پیری مُریدی اور تقریر و خطابت، شرائطِ معہودہ کے ساتھ مفید اور ضروری ہے۔ مگر سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت کی ہر مشکل و پریشانی کا حَل محض پیری مُریدی اور تقریر و خطابت نہیں ہے۔ نہ ہی صرف تدریس اور تحریر ہے۔

ان سب کے ساتھ کچھ اور بھی سوچتے اور کرتے رہنے کی شدید ضرورت ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں سَوادِ اعظم کی رہنمائی کرتے رہنا عُلما و مشائخِ کرام کا ہمہ وقتی فریضہ ہے۔ دین، نام ہی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی کا۔ اور یہ خیر خواہی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اُمَّتِ مسلمہ کی مسلسل اور ہمہ جہت رہنمائی کی جاتی رہے۔ اور اگر یہ فریضہ انجام دینے میں قصور و فتور ہے تو پھر ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے کہ اپنے فرائض کی تکمیل کے ہم اہل بھی ہیں یا نہیں؟

اپنے فرائض اور ذِمّہ داریوں کوصحیح طور پر سمجھنے اوران سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ہمیں اپنے اکابرواسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا اوران کی دینی وعلمی زندگی کے ہر پہلو سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔

اپنے اکابر واسلافِ کرام کو جاننا، ان کی خدمات سے واقف رہنا اوردوسروں کے سامنے ان کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اورقومی فریضہ ہے۔

جس طرح کوئی سعید وصالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے آبا و اَجداد کا ذکر کرتا ہے، ان کی تعریف کرتا ہے۔اورذکروتعریف سن کرقلبی مسرت حاصل کرتا ہے۔اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ، اپنے اکابر واسلاف کا۔اور جتنی بھی نمایاں اورممتاز اسلامی شخصیات ہیں، ان سب کا حسبِ ضرورت واہمیت واِفادیت ذکروبیان ہمیں کرتے رہنا چاہیے۔تاکہ نئی نسل بھی ان سے واقف ہو۔اور یہ وراثت نسل درنسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے فقہی مذاہبِ اربعہ(حنفیت وشافعیت و مالکیت وحنبلیت)اورجُملہ طُرُق وسَلاسِلِ تصوف وطریقت، مثل قادریہ وچشتیہ و نقشبندیہ وسہروردیہ ورِفاعیہ وشاذلیہ اوران سے وابستہ جملہ قدیم وجدید عُلما وفقہا وفضلا و صوفیہ ومشائخِ کرام ومصلحین اُمَّت وداعیانِ اسلام جومذہب ومسلکِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت پر اِستقامت کے ساتھ حمایت وتائیدِ اسلام وخدمتِ دینِ حنیف ونشرواشاعت وترویجِ مذہب ومسلک ومشرب کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ اورکسی بھی خطہ اورعلاقہ میں اِخلاص ودیانت کے ساتھ مصالح ومفاداتِ مِلَّت وجماعتِ حق واہلِ حق ونصرت واِعانتِ سَوادِاعظم میں مشغول ومصروف تھے اورآج بھی سرگرم ہیں، ان سب کے ساتھ حُسنِ ظن، ان سب کی تحسین وتشجیع، ان سب کی ممکن نصرت وحمایت واِعانت واِمداد، اوران سب کے حق میں جذبۂ خیراوران کا ذِکرِخیر، سَوادِاعظم کے ہرفرد پرحسبِ صلاحیت ووسعت واِستطاعت، نہایت اہم مذہبی وملّی فریضہ، اِنفرادی واِجتماعی شعورو اِدراک وعلم وعرفان کی واضح علامت، اوردینی ودنیوی فوزوفلاح

وسعادت ونجات کی بہترین ضمانت ہے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کردوں کہ قوم وملّت وجماعت کی قیادت بڑا عظیم اور اہم منصب ہے۔ عمومی طور سے کسی بھی رہنمائی کو قیادت کہہ سکتے ہیں لیکن خصوصی بلکہ اصطلاحی طور سے قوم وملّت وجماعت اور ملک کی صحیح اجتماعی رہنمائی ورہبری کرنے کو قیادت کہتے ہیں۔ کسی بھی اجتماعی مسئلہ میں مِلّت وجماعت اور قوم وملک کے افراد کی جو صحیح رہنمائی کرے یا باشعور وبیدار مغز افراد جس سے رہنمائی ورہبری کے طالب ہوں، وہ قائد کہا جاتا ہے۔ مثلاً

تحریکِ خلافت وتحریکِ ترکِ موالات وتحریکِ ہجرت (۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء) کے ہنگامہ خیز دَور میں فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی وحجۃُ الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی ومفتیِ اعظمِ ہند مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی وعلاّمہ سید سلیمان اشرف علی گڑھی وصدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ودیگر عُلماے اہلِ سُنَّت رحمۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہِم اَجمعِین نے اپنی مسلسل تحریر وتقریر کے ذریعہ جس طرح قوم وملّت کی صحیح اور بروقت رہنمائی ورہبری فرمائی، اُسے قیادت کی اعلیٰ مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ع قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے؟

لیکن یہ صفت بڑے وسیع علم ومطالعہ وتدبُّر وبصیرت وتجربہ ومشاہدہ ومعاملہ فہمی ومستقبل بینی کے بعد ہی کسی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اور ع جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ع جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی

دینی ودنیوی فوز وفلاح کی ضمانت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب ہم اپنے اکابر واسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گذاریں اور انفرادی واجتماعی زندگی کے مفادات ومصالح کا حتی الامکان خیال ولحاظ رکھتے ہوئے اپنے آپ کو نمونۂ فکر وعمل بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہدایتِ حق اور بصیرت واستقامت کی توفیق عطا فرمائے اور خدمتِ اسلام وسُنّیت کی بیش از بیش توفیق سے نوازے۔ آمین! بجاہِ حبیبِکَ سیّدِ المرُسَلین علیہِ الصَّلوٰۃُ والتسلیم۔

مؤرخہ

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دارُ القلم، دہلی

یکم رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
۱۲ مئی ۲۰۱۳ء۔ بروز یکشنبہ

''سوادِ اعظم کانفرنس'' کا صدارتی خطاب

خطاب : مولانا یٰسٓ اختر مصباحی
ترتیب : محمد ارشاد عالم نعمانی مصباحی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیّاً وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وأصحابِہٖ أجمَعِین. اَمَّابَعْد!

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم۔

محترم سامعین! ''سوادِ اعظم'' کے نام سے اس تاریخی کانفرنس کے انعقاد پر ہم سب سے پہلے قاری سبطین رضا قادری ایوبی (خانقاہِ قادریہ ایُّوبیہ۔پپراکنک۔ضلع کوشی نگر۔مشرقی اتر پردیش) کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس اہم موضوع پر کانفرنس کا انعقاد (بتاریخ ۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ/ ۲۷/مارچ ۲۰۱۲ء) کر کے جماعتِ اہلِ سُنّت، سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے تعارف وتذکرہ و تشہیر کے لیے نہایت تاریخی اور مفید قدم اُٹھایا ہے۔

آپ کی اس سرزمین پر ''سوادِ اعظم اہلِ سُنّت'' کے موضوع پر منعقد ہونے والی اِس ''سوادِ اعظم کانفرنس'' (جسے حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی اور مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی نے خطاب فرمایا۔) کے اثرات اِنْ شاءَ اللّٰہ وسیع اور ہمہ گیر سطح پر ہوں گے اور اس نام سے ملک کے دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں منعقد ہوں گی۔ یہ آپ کے لیے بہت ہی اِعزاز واِفتخار کی بات ہے۔

''سوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت'' یہ ہمارا نام ہے جو الفاظِ حدیث سے مُستنبط اور ماخوذ ہے۔
ایک حدیث مبارک جسے آپ اس سے پہلے سن چکے ہیں۔ابنِ ماجہ شریف کی حدیث ہے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہ، مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔سوادِ اعظم کی اِقتدا واِتباع کرو، کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

''سوادِ اعظم'' کا لفظ سن کر بہت سے لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ''سوادِ اعظم'' کا مطلب کیا ہے؟ معنی کیا ہے؟ مفہوم کیا ہے؟

''سوادِ اعظم'' کہتے ہیں، بڑی جماعت کو، جمہور اُمّت کو۔ سوادِ اعظم کا یہ لفظ، حدیثِ رسول سے

ماخوذ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:
عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاء الرَّاشِدِیْن الْمَهْدِیِّیْن۔ تمھارے اوپر لازم ہے کہ میری سُنَّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفا کی سُنَّت کی پیروی کرو،ان کے ساتھ وابستہ رہو۔

اس حدیثِ رسول کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اہلِ سُنَّت کہتے ہیں۔گویا یہ سَوادِ اعظم اور یہ اہلِ سُنَّت ،دونوں ’’سُنّی‘‘ نام ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَة۔
اور دوسری حدیث میں ہے:یَدُاللّٰہ عَلَی الْجَمَاعَة۔

اِن احادیثِ مبارکہ میں جماعت کے ساتھ رہنے کی تاکید و ہدایت اور جماعت کے لیے نُصرتِ الٰہی کی بشارت ہے۔اس طرح پورا نام ہوا’’سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت۔‘‘

اہلِ سُنَّت و جماعت کون ہیں؟ سَوادِ اعظم کون ہیں؟ ایک حدیث ہے جس میں رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا ہے کہ:

’’یہ اُمَّت ،تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ’کُلُّهَا فِی النَّار‘ سارے فرقے جہنم میں ہوں گے سِوائے مِلَّتِ واحدہ کے،ایک مِلَّت کے۔

سوال کیا گیا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلَّم سے کہ وہ مِلَّت کون سی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا:مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی۔جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں۔اس پر گامزن رہنے والے ہی جنتی ہیں۔

دعویٰ ہر فرقہ کا ہے کہ ’’مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی‘‘ کا مِصداق ہم ہیں۔سَوادِ اعظم ہم ہیں۔ اہلِ سُنَّت ہم ہیں۔اس کا پتہ کیسے چلے؟

سَوادِ اعظم صحیح معنی میں کون ہیں؟ اہلِ سُنَّت کون ہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ سُنَّت کے نہایت عظیمُ المرتبت محدِّث ،امامُ المحدِّثین حضرت شاہ عبدالحق محدِّث دہلوی نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے اَشِعَّةُ اللَّمْعَات شرحِ مشکوٰۃ میں۔اور انھوں نے فرمایا ہے کہ:

اس سے پہلے کی جتنی بھی اہم کتابیں (تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ کی) ہیں،اِکٹھّا کر لی جائیں اور ان کی روشنی میں تحقیق کر کے نتیجہ نکالا جائے تو یہ اہلِ سُنَّت ہی سَوادِ اعظم ہیں۔اور یہی ’’مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی‘‘ کا مِصداق ہیں۔تفسیر وحدیث اور فقہ وکلام کی صدیوں قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہے۔‘‘

اَلْحَمدُلِلّٰہ ! کل بھی ہم سَوادِ اعظم تھے اور آج بھی سَوادِ اعظم ہیں۔یہاں تک کہ جب شاہ محمد

اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تقریروں اور تحریروں کے نتیجے میں ہندوستان کے اندر ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑی، فرقۂ وہابیہ کی ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں، اُس وقت بھی جامع مسجد دہلی کے اندر جو مباحثہ اور مناظرہ ہوا اُس کی روداد بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے'' آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی''۔ عبدالرَّزّاق ملیح آبادی ندوی نے جسے مرتّب کیا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے یہ کہا ہے کہ: شاہ اسمٰعیل دہلوی سے یہ مباحثہ جو ہُوا اس میں سارے عُلماے دہلی ایک طرف تھے اور شاہ اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے ایک مولوی عبدالحی (بڈھانوی) دوسری طرف۔

اور ابوالکلام آزاد کے بقول: شاہ منوّرالدین دہلوی شاگردِ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اس مناظرہ کے انعقاد کے سلسلے میں اور شاہ اسمٰعیل کے تعاقب میں پیش پیش تھے۔

مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی و مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی فرزندانِ شاہ رفیع الدین دہلوی، فرزندِ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، وعلاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی و مولانا رشیدالدین خاں دہلوی تلامذۂ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی اور دیگر عُلما و مشائخِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت نے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۸۳۱ء) اور ان کے ہم خیال مولوی عبدالحی بڈھانوی (متوفی ۱۸۲۸ء) کو مباحثۂ جامع مسجد دہلی (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) میں بالکل عاجز و ساکت ولاجواب کر دیا۔

گویا ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں بھی سَوادِ اعظم، اہلِ سُنَّت و جماعت ہی تھے۔ اور اس سے جو الگ ہوئے اُن میں قابلِ ذکر جو جامع مسجد کے مباحثہ میں نام تھا وہ صرف دو تھے۔ اور ان دونوں کے بالمقابل سارے کے سارے عُلما و مشائخِ کرام، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت تھے۔

یہ ہندوستان کے ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء کی بات ہے۔ اور ہندوستان کے اندر سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے نمائندہ وہ عُلما و مشائخِ کرام بھی ہیں، مختلف صدیوں اور اَدوار کے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام کی نشر و اشاعت صوفیہ و مشائخِ کرام کے ذریعہ زیادہ ہوئی۔ جن میں یہ حضرات نمایاں ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی، حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری، حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور اس طرح کے دیگر اکابر صوفیہ و مشائخِ کرام۔ یہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے پیشوا اور رہنما و قائد و سالار تھے۔ اور دُنیا جانتی ہے کہ یہ سارے کے سارے صوفیہ و مشائخِ کرام سُنّی تھے۔ اور سُنّی ہونے کے ساتھ حنفی بھی تھے۔

لوگ آج کل بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اتحادِ اُمّت کی اور اتحاد بینَ المسلمین کی۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ:

یہ شخصیات جن کے ذریعہ ہندوستان کے اندر اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے مذہب ومسلک پر سب لوگ آجائیں تو خود بخود ساری اُمّت کا اتحاد ہو جائے گا۔ اس کے لیے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

یہ تو ماضی کی بات ہے۔ ابھی حجازِ مقدس کی بات چل رہی تھی۔ ۸۳، ۱۹۸۲ء کی بات ہے۔ میں مسجدِ نبوی شریف (مدینہ طیبہ) سے عصر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا۔ باہر، بابِ مجیدی کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی رَحمۃُ اللہ عَلیہ کے دولت کدے کی طرف۔ جن سے نجدی قاضی سے مباحثہ کی ایک بات حضرت علاّمہ (محمد احمد اعظمی مصباحی) مصباحی نے بیان کی۔ میں انھیں کے گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک ہندوستانی ندوی اصلاحی مل گیا، جو مجھے ہندوستان ہی سے جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ: یہاں تو سب آپ ہی کے لوگ نظر آتے ہیں۔''

وہ مدینہ یونیورسٹی میں لکچرر تھا اور کئی سال سے مدینہ طیبہ میں مُقیم تھا۔ اس نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ: ''یہاں تو آپ ہی کے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔''

''آپ ہی کے لوگ'' کا مطلب یہ ہے کہ سُنّی زیادہ نظر آتے ہیں۔

یہ سُن کر میں نے اُس سے کہا کہ: یہاں ہمارے لوگ نہیں تو کیا تمھارے لوگ نظر آئیں گے؟

تو یہ مدینہ طیبہ کا حال اُس زمانے (۸۳، ۱۹۸۲ء) میں بھی تھا۔ اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں سب کے سب یا اکثر وہابی ہی ہیں۔ ایسا معاملہ نہیں۔ سعودیہ کے دو حصے اور دو علاقے اور دو خطے ہیں۔ ایک کا نام ہے نجد اور ایک کا نام ہے حجاز۔ یوپی اور بہار سمجھ لیجیے۔ نجدی حصے (ریاض، ظہران، دَمّام، عَسِیر، اَحْسا وغیرہ) میں وہابی رہتے ہیں۔ حجاز کا حصہ جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جَدّہ اور طائف ہیں۔ یہاں کی قدیم آبادی پہلے بھی سُنّی تھی اور آج بھی سُنّی ہی ہے۔

صرف حکومتی عہدوں اور مناصب پر نجدیوں کے منتخب افسر اور مساجد میں ان کے مقرّر امام ومؤذِن ہوتے ہیں۔ اس لیے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہی زیادہ ہیں۔

حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جو اصلی حجازی ہیں وہ پہلے بھی سُنّی تھے اور آج بھی سُنّی ہیں۔

اور ابھی حضرت شیخ محمد بن علوی مالکی جن کا ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا ہے، حَرمین طیبین کے جلیلُ القدر خاندانی محدِّث وعالمِ دین وشیخِ طریقت تھے۔ انھوں نے سارے نجدی شیوخ کو چیلنج کیا تھا کہ: جو

مجھ سے بحث کرنا چاہے، بحث کر لے۔ مَیں اہلِ سُنَّت کی حقّانیت ثابت کر دوں گا۔''

لیکن کوئی ان کے سامنے نہیں آیا۔ اور ان کا ادب و احترام اتنا زیادہ تھا کہ خود سعودی حکومت بھی ان کی طرف آنکھ اُٹھانے اور ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت و ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ تو یہ ماضی قریب اور آج کا حال ہے حجازِ مقدس کا۔

وہاں پر صرف حکومتی سطح پر قبضہ ہے نجدیوں کا، عوامی سطح پر آج بھی سینکڑوں، ہزاروں گھروں میں میلاد شریف ہوتا ہے اور مَیں خود مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ سے لے کر ریاض تک بہت سی محافلِ میلاد میں شرکت کر چکا ہوں۔

آج کی یہ ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' جو درحقیقت ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کانفرنس'' ہے۔ یہ پیغام دینے کے لیے منعقد ہوئی ہے کہ جو قدیم سَوَادِ اعظم ہے، جو قدیم اہلِ سُنَّت ہیں، ان کی راہ پر سب لوگ آ جائیں۔ یہ بعد کے جو نوزائیدہ مسالک اور مسائل ہیں۔ یہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ان کا کوئی وجود ہی کہیں باقی نہیں رہ جائے گا۔

اہلِ سُنَّت و عُلمائے اہلِ سُنَّت کے تعلق سے اپنی لاعلمی بلکہ عناد و مخاصمت کی وجہ سے مُعانِدین و مُخالفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پَروان چڑھایا۔''

اِن ناواقفوں یا مخالفوں کو معلوم نہیں کہ ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل در نقل لوگوں تک پہنچتی رہی) منظرِ عام پر آئی تو سب سے پہلا اس کا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی کے شاگردِ رشید حضرت علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی نے دیا۔ اور ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف عُلمائے اہلِ سُنَّت نے جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ:

اس سُنّی وہابی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی میں نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالمِ دین) تھا، نہ بریلی کا۔ (امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی پر ''مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا اِلزام'' نہایت لغو اور باطل ہے جس کی تردید و تغلیط کے لیے اِس حقیقت کا اظہار کافی ہے کہ بتیس (۳۲) سال بعد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا

کی ولادت ہوئی۔ جب کہ خود آپ کے والدمحترم حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی بھی اس مناظرہ (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے چھ(۶) سال بعد ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی تھی)

بدایوں و بریلی میں متعدد جلیلُ القدر عُلما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی وعلمی خدمات ہیں۔ لیکن اس تعلق سے جامع مسجد دہلی میں جو کچھ ہوا اُس میں صرف عُلماے دہلی شریک تھے اور انھوں نے ان نئے (وہابی) خیالات کا رَدّ و اِبطال کیا۔

دوسرا تاریخی مناظرہ ''براہینِ قاطعہ'' مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری و مصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی ایک توہین آمیز عبارت کے خلاف ہوا۔

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) کے اندر ہونے والے اس مناظرہ میں ایک طرف سُنّی عُلماے پنجاب تھے اور دوسری طرف دیوبندی عُلماے سہارنپور۔ بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم اس سُنّی دیوبندی مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھا۔

عُلماے پنجاب کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری اور عُلماے سہارن پور کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری مناظر تھے۔ مناظرۂ بھاول پور، پنجاب کی تفصیلی روداد ''تَقدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوهِینِ الرَّشیدِ والْخلیل'' مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، پاک وہند سے شائع ہو چکی ہے۔

اہلِ سُنَّت کے درمیان مختلف اَدوار میں مختلف شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں اور انھوں نے اپنے اپنے طور پر نمایاں دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔ اِدھر آخری دَور میں سب سے نمایاں اور ممتاز خدمات ،فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیهِ الرَّحمۃُ و الرِّضوَان کی ہیں۔ جن کی خدمات کے بارے میں آپ بہت کچھ پڑھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں۔

ہندوستان کے اندر ہماری جو شخصیات ہیں اور ہمارے جو نظریات ہیں وہ تسلسل کے ساتھ ہیں اور ان کا تسلسل، ہماری شخصیات کا، قدیم دینی وروحانی مراکز کے ساتھ خانوادۂ ولی اللّٰہی عزیزی دہلی و خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ اور بدایوں، پھر بریلی، ان سب دینی وعلمی مراکز کے عُلما و مشائخِ کرام کے ذریعہ ہماری شخصیات کا تسلسل ہے۔ اور ہمارے نظریات کا تسلسل، اور ہمارے جو عقائد اور معمولات ہیں وہ سب مشہور ومعروف ہیں۔ جنھیں ذِکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سَوَادِ اعظم سے الگ ہٹ کر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں جو عُلما سامنے آئے اور جو نظریات سامنے آئے وہ بالکل نوزائیدہ ہیں۔ سَوَادِ اعظم سے بالکل الگ ہٹ کر ہیں۔ تو وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ ہم

کسی سے جدا نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی اصل سے، اپنی جڑ سے، اپنے وجود سے وابستہ، ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ اور ہندوستان سے لے کر حرَمین طیبین تک ہمارا تسلسل، شخصیاتی بھی اور نظریاتی بھی ہر طرح سے قائم اور باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اِن نظریات کو، اپنی اِن شخصیات کو تسلسل کے ساتھ جانیں بھی اور ان کا ذِکرو بیان بھی کریں۔

اپنے اکابر و اسلاف کو جاننا، ان کی خدمات کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اور قومی فریضہ ہے۔ اور جس طرح سے کوئی سعید اور صالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے باپ دادا کا ذکر کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور تعریف سننے پر خوش ہوتا ہے، ہم کو بھی اسی طرح سے بلکہ اس سے زیادہ اپنے اسلاف کا اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات واَفراد ہیں، حسبِ ضرورت واہمیت واِفادیت سب کا ذِکرو بیان کرنا چاہیے تاکہ نئی نسل ان سب سے واقف ہو۔ اور یہ وراثت نسل در نسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی نام جب نئی نسل کے سامنے آئے تو یہ نوجوان پوچھیں کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ جیسا کہ ''سَوَادِ اعظم'' کا لفظ جب پہلی مرتبہ یہاں آپ کے سامنے آیا تو آپ چونک گئے کہ ''سَوَادِ اعظم'' کیا چیز ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا مفہوم ہے؟ تو یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ شخصیات کا، نظریات کا بار بار ذِکر ہونا چاہیے، ان کا تعارف وتذکرہ کرنا اور کرانا چاہیے اور ان سے وابستہ رہ کر آگے کا جو کام ہے دینی، علمی وہ کرتے رہنا چاہیے۔

آج مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' سے بانی خانقاہ اور بانی ادارہ حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب علیهِ الرَّحمۃُ و الرِّضوان کی روح یقیناً خوش ہو رہی ہوگی کہ میرے لڑکوں نے، میرے اہلِ خانہ نے، میرے مُریدین، مخلصین، متوسلین اور محبین نے میرے چھوڑے ہوئے کام اور مشن کو آگے بڑھایا اور اسے ترقی دی۔

یہ ان کے لیے ایک بے حد روحانی مسرت کی بات ہوگی اور وہ اپنی قبر میں یقیناً خوش ہوں گے۔

اس طرح کا کام یہاں کے جو متعلقین و منتظمین ہیں ان کو آئندہ بھی کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کا دینی و علمی فریضہ ادا ہوتا رہے اور ان کے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہوتی رہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(خطاب در ''سوادِ اعظم کانفرنس''، منعقدہ شبِ سہ شنبہ ۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ/ ۲۷/ مارچ ۲۰۱۲ء۔ بمقام پپرا کنک۔ ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش۔ انڈیا)